



QURAN KI ROSHNI MEIN HUQOOQUL IBAAD

DISSERTATION

Master of Philosophy

IN

SUNNI THEOLOGY

BY

SAIMA PARVEEN

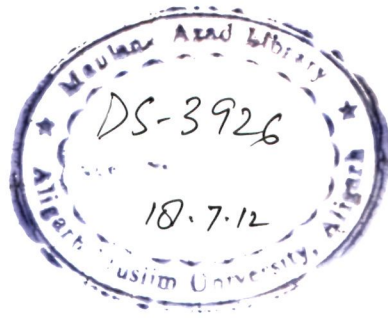
UNDER THE SUPERVISION OF

DR. QAISAR HABIB HASHMI

READER

DEPARTMENT OF SUNNI THEOLOGY
FACULTY OF THEOLOGY
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH (INDIA)

2010





قرآن کی روشنی میں حقوق العباد



DS3926

مقالہ برائے ایم فل

نگراں

ڈاکٹر قیصر حبیب ہاشمی

ریڈرویمنس کالج علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

مقالہ نگار

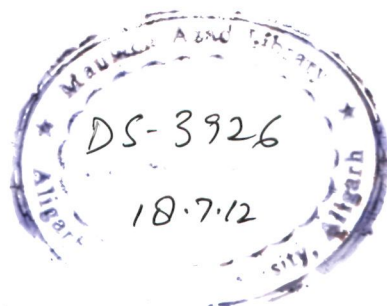
صائمہ پروین

شعبہ دینیات سنی

فیکلٹی دینیات

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۲۰۱۰ء



فہرست مضامین

1-6

مقدمہ

7-38

باب اول: قرآن انسانی عظمت کا علمبردار

انسانی تخلیق

انسان بحیثیت خلیفۃ اللہ

انسان کا مقصد حیات

انسانی عظمت

39-64

باب دوم: حقوق انسانی آج کی دنیا میں

حقوق انسانی کی تاریخ

حقوق انسانی کا اسلامی تصور

اقوام متحدہ کا منشور انسانی حقوق

انسانی حقوق اور اقوام متحدہ

انسانی حقوق کے مغربی اور اسلامی تصور کے امتیازات

65-144

باب سوم: قرآنی تعلیمات کی روشنی میں حقوق العباد

حقوق اللہ

والدین کے حقوق

شوہر بیوی کے حقوق

پڑوسی کے حقوق

غیر مسلموں کے حقوق

یتیموں کے حقوق

عورتوں کے حقوق

کمزور طبقات کے حقوق

145-148

کتابیات

شرف انتساب

اپنی والدہ محترمہ نسیمہ خاتون صاحبہ

کے نام

جن کی بے پناہ محبتوں اور عنایتوں کی مقروض ہوں

اور جن کی آہ سحر گاہی کا میں خاص موضوع بنی رہی ہوں

اللہ رب العزت ان کا سایہ تادیر قائم رکھے

اور اپنے والد محترم جناب عمر فاروق صدیقی

کے نام

جن کی محبتوں اور دعاؤں کے طفیل اللہ رب العزت نے

مجھے اس مقام پر لا کھڑا کیا اللہ تعالیٰ ان کا سایہ بھی تادیر قائم رکھے۔ آمین

صائمہ پروین

مقدمہ

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيدنا الانبياء والمرسلين وعلى اله واصحابه اجمعين،
اما بعد

اللہ رب العزت نے انسانوں اور جنوں کو پیدا کر کے یوں ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ ہر ایک کو اس کی استطاعت اور قدرت کے مطابق ذمہ دار بنایا ہے اور ایک دوسرے کی خدمت اور حقوق ادا کرنے پر اجر و ثواب اور نہ کرنے پر گناہ قرار دیا ہے۔

والله مافي السموات ومافي الارض يغفر لمن يشاء ويعذب من يشاء والله غفور رحيم-

(سورة آل عمران، آیت ۱۲۹)

ترجمہ: اور اللہ ہی کامل ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے بخش دے جس کو چاہے اور عذاب دے جس کو چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

پیش خدمت مقالہ - "قرآن کی روشنی میں حقوق العباد" پر مشتمل ہے حقوق کو دو قسموں میں منقسم کیا ہے۔ حقوق اللہ، حقوق العباد

واعبدوا الله ولا تشركوا به شيئاً۔ (سورة النساء، آیت ۳۶)

ترجمہ: اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک نہ کرو اس کا کسی کو۔

اللہ تعالیٰ کے حقوق بندوں پر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور جو احکام اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کے لئے نازل کئے ہیں ان کی بجا آوری ہر فرد پر لازم و ضروری ہے یعنی ان کے نہ کرنے کی صورت میں وہ شخص عذاب کا مستحق ہوگا اور اگر اللہ چاہے تو اس کے گناہ کو معاف کر سکتا ہے اور حقوق العباد کا مطلب بندوں کے حقوق بندوں پر ہیں۔

جب عہد حاضر میں نگاہ دوڑاتے ہیں تو ہمیں ہر طرف حقوق العباد کی پامالی کا دور دورہ نظر آتا ہے بقاؤ تحفظ اور انسان اپنے جائز حقوق کے لئے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا ہے اگر اس دور کا موازنہ قبل از بعثت کے زمانے سے کرایا جائے تو یقیناً آج کی دنیا میں ویسا ہی ہونے لگا ہے سچ تو یہ ہے کہ آج جتنے بھی سماجی ادارے اور تحفظ انسانیت کے علمبردار نظر آتے ہیں وہی حق تلفی اور ضیاع نفس کو فروغ دینے میں رواں دواں ہیں گاہ بگاہ احترام نفس اور اس کی عزت و ناموس کو پامال کرنے میں مصروف عمل ہیں۔

اگر ہم پورپ اور اقوام متحدہ کی ان دفعات کا مطالعہ کرے تو پتہ چلتا ہے کہ جتنی بے حرمتی اور توہین و ہند لیل کے واقعات ان سے وقوع پذیر ہوئے ہیں شاید آج تک اتنا گھناؤنا اور مکروہ رویہ کسی نے اختیار کیا ہو پھر بھی احترام انسانیت اور حقوق العباد کا دم بھرتے ہیں کیا انہیں اپنے مکروہ اعمال کی خبر نہیں۔

جب تک ہم اسلام کے بتائے ہوئے رہنما اصولوں پر عمل پیرا نہیں ہونگے اس وقت تک پورا عالم اپنے وجود اور تحفظ کے لیے تڑپتا رہے گا اب سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال قبل کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ وہاں بھی تحفظ اور حقوق العباد کو بڑی بے رحمی سے پامال کیا جا رہا تھا۔

مگر اسلام آیا تو اس نے ان تمام باطل اور خام خیالات کا تختہ پلٹ دیا یعنی زمین و آسمان کی از سر نو تخلیق ہوئی اور اسلام نے بتایا کہ حقوق العباد کیا ہیں اور حضور پر نور ﷺ نے ان کو اپنی زندگی میں عملی جامہ پہنایا کیونکہ اسلام کی تعلیمات واضح اور کشادہ ہیں ان تعلیمات کے ذریعہ ہی انسانوں کو اپنے اپنے کماحقہ حقوق حاصل ہوتے اور حقوق العباد کا صحیح اور جامع ترین تصور اسلام نے پیش کیا یہ بھی عرض کرتی چلوں کہ اسلام نے صرف مسلمانوں کے حقوق کی نشاندہی نہیں بلکہ بحیثیت انسان کے تمام عالم کے افراد کے حقوق کی نشاندہی کہ مثلاً اسلام نے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی تلقین کی ہے مگر یہاں پر

شرط نہیں لگائی کہ پڑوسی مسلمان ہو تو اچھا برتاؤ کیا جائے بلکہ اگر پڑوسی غیر مسلم ہو تب بھی اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرو آپ کی سیرت کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو دنیا اور آخرت کے معاملہ میں تشنہ ہو۔

عن عبد الله بن عمر وانه ذبح شاة فقال اهديتم لجاری اليهود فانی سمعت رسول الله ﷺ

يقول مازال جبرئيل يوصيني بالجار حتى ظننت انه سيورثه۔

ترجمہ: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے یہاں بکری ذبح ہوئی تو آپ نے گھر والوں سے ایک سے دوبار دریافت کیا کہ ہمارے فلاں یہودی پڑوسی کو اس میں سے کچھ بھیجا ہے اس لیے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل مجھے پڑوس کے سلسلہ میں اس قدر تاکید کرتے تھے کہ مجھے خیال ہوتا تھا کہ وہ اسے وارث نہ بناویں۔

چنانچہ یہ حقیقت بھی عیاں ہے کہ آپ نے اپنی پوری حیات طیبہ میں کسی کے حق کو دبانے کی ادنیٰ کوشش بھی نہیں کی کیونکہ اسلام کی جملہ تعلیمات مکمل اور مدلل ہیں ہر موڑ پر بنی نوع انسان کی رہنمائی فرمائی ہے اسلام ہی دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جس نے تمام عالم انسانیت کے حقوق کا پاس و لحاظ رکھا ہے اور صلح و آشتی کے ساتھ زندگی گزارنے کا راستہ بنایا ہے۔

آج، ہر طرف خلفشار و اندیشہ ہے اس کی وجہ ہے کہ آج ہمارے درمیان سے حقوق العباد کا تصور مفقود ہو گیا ہے خود غرضی مفاد پرستی اور حق تلفی کا دور دورہ ہے اس لئے ضرورت آج اس بات کی ہے کہ ہم اپنے معاشرہ اور سماج میں انسانی عظمت و احترام کا رواج عام کریں تاکہ ہمارا معاشرہ اپنوں کے لئے قابل فخر اور غیروں کے لئے باعث رشک ثابت ہو۔

جب تک ہم ایک دوسرے سے دست و گریباں رہیں گے اس وقت تک ہم اس طرح مایوس نامراد پھرتے رہیں گے کیونکہ ہم اس مذہب سے منسلک ہیں جو تمام انسانیت کے بقاء تحفظ کا ضامن ہے یاد کیجئے اس وقت کو جب نبی کریم ﷺ نے انسانی عظمت و احترام اور حقوق انسانی کے متعلق کس قدر اہم اور عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا جو خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے اگر انسانی حقوق کا اسے منشور اول کہا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا اس لئے اب ضرورت ہے کہ ہمارا سرکاری اور غیر سرکاری اداروں اور دفاتر سے حقوق انسانی اور حقوق العباد کا اس طرح تصور ہونا چاہئے جو خطبہ حجۃ الوداع کے ذریعہ ہوا تھا تبھی دنیا میں پھیلا نراج بھید بھاؤ اور کرپشن ختم ہو سکتا ہے۔

اس مقالہ میں حقوق العباد کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالنے کی ادنیٰ سعی کی گئی ہے۔

اب یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مقالہ کا خلاصہ اور جن امور پر بحث کی ہے ان کا مختصر جائزہ پیش کردوں تاکہ مقالہ کا ماحصل ایک نظر میں سامنے آجائے میں نے اس مقالہ کو حسب ذیل ابواب میں منقسم کیا ہے۔

پہلا باب: قرآن انسانی عظمت کا علمبردار۔

جس میں انسانی عظمت و احترام اور اس کے مقتضائے تخلیق اور دیگر اہم گوشوں پر سیر حاصل بحث کرنے کی سعی کی ہے۔

دوسرا باب: حقوق انسانی آج کی دنیا میں۔

انسانی حقوق کی اہمیت کو بتانے کے ساتھ ساتھ عصر حاضر میں انسانی حقوق کے علمبرداروں کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔

تیسرا باب: قرآنی تعلیمات کی روشنی میں حقوق العباد۔

اس باب میں حقوق العباد سے متعلق تمام گوشوں پر بڑی شرح و بسط کے ساتھ گفتگو کی ہے۔

سب سے پہلے اپنے خالق و مالک کی شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے علم دین کی ادنیٰ سی فہم عطا فرمائی ورنہ اس عظیم الشان کام کی تکمیل کا فریضہ میری وسعت و قدرت سے بالاتر تھا یہ صرف اور صرف رب ذوالجلال کا فضل و احسان ہے کہ مجھے اس علمی کام کی تدوین و تصنیف کے لئے قبول فرمایا۔ آمین

شعبہ دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، لوم کی داغ بیل شگاہ کا ایک ایسا عالمی ادارہ ہے جو اعلیٰ دینی تعلیم کی تدریس و تصنیف اور تحقیق میں اہم فریضہ انجام دے رہا ہے۔

احقر کو مذکورہ عنوان پر مقالہ لکھنے کے لئے شعبہ دینیات کے مشفق اساتذہ نے منتخب کیا۔ مشفق نگراں ڈاکٹر قیصر حبیب ہاشمی صاحبہ کی نگرانی میں احقر نے اس فریضہ کی انجام دہی کا شرف حاصل کیا جن کی شفقت و محبت اور اخلاص و ولایت کی میں دل سے شکر گزار ہوں۔

اپنی سپر وائزر کے علاوہ تمام استاد جن سے موقع بموقع مشورہ کیا گیا اور انہوں نے اپنے مفید مشوروں سے نوازا ایسے ہی لائبریرین صاحب کی بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے بغیر لیت و لعل کے میرے موضوع سے متعلق کتابیں مہیا کرائی۔

اپنے شعبہ کے صدر ڈاکٹر عبدالحق صاحب کی بھی بے حد ممنون ہو کہ انہوں نے برابر میری حوصلہ افزائی فرمائی اور ہر مرحلہ پر اپنے لطف و کرم سے نوازا، شعبہ کے دیگر اساتذہ کا بھی خلوص اور تعاون ہمیشہ میرے ساتھ رہا۔

اس مقالہ کی تکمیل کے لئے جناب ابوالکلام آزاد اور شفقت صاحب کی بے حد ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے اپنے فن کمپیوٹر ٹائپنگ اور خلوص کا مظاہرہ کیا اور اس مقالہ کو پائے تکمیل تک پہنچایا۔

اس مقالہ کی تکمیل میں میرے سرپرستوں اور بزرگوں کا مکمل حصہ ہے اور میرے والدین نے جس محبت لگاؤ اور خلوص کا مظاہرہ کیا اس کا ذکر الفاظ میں ممکن نہیں۔

میں محترم ڈاکٹر ذوالفقار صاحب کی بے حد ممنون و مشکور ہوں کہ انہوں نے میری اس علمی کوشش میں نہ صرف یہ کہ حوصلہ افزائی کی بلکہ مجھے اس کی تکمیل کے سلسلہ میں گاہ بگاہ متنبہ کیا اور ذمہ داری کا احساس دلاتے رہے۔

میں اپنے مخلص دوستوں کی بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے قدم قدم پر میری رہنمائی کی اور مفید مشوروں سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان سب کے قیمتی علمی تعاون کو حسن قبول سے نوازے اور اللہ انہیں جزائے خیر دے۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ

اللہ تعالیٰ اس مقالہ کو میرے لئے ذریعہ نجات بنائے اور قارئین و ناظرین کے لئے مفید ثابت ہو۔ آمین

باب اول

قرآن انسانی عظمت کا علمبردار

انسانی تخلیق

لفظ انسان انس سے مشتق ہے جو لگاؤ اور تعلق کے معنی میں ہے انسان کو انسان سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا قوام انسیت سے تیار کیا گیا ہے اور اس وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسان کی اصل افعلان کے وزن پر انسان ہے جو بھولنے کے معنی میں ہے چونکہ انسان خدا سے کیا ہوا وعدہ بھول گیا اس لئے اس کو انسان کہا جاتا ہے۔¹

واجب الوجود باری تعالیٰ انسان کو عدم سے وجود میں لایا ہے جس کی طرف توجہ دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

هل اتى على الانسان حين من الدهر لم يكن شيئا مذكورا انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبثليه فجعلناه سميعا بصيرا انا هدينه السبيل اماشاكرا و اما كفورا۔²

ترجمہ: کیا انسان پر لا متناہی زمانے کا ایک وقت ایسا بھی گذرا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تاکہ اس کا امتحان لیں اور اس غرض کے لئے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا ہم نے اسے راستہ دکھا دیا خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔

اس سے مقصود انسان کو صرف یہی اقرار کرانا نہیں ہے کہ فی الواقع اس پر ایک وقت ایسا گذرا ہے بلکہ اسے یہ سوچنے پر آمادہ کرانا بھی ہے کہ جس خدا نے اس کی تخلیق کا آغاز ایسی حقیر سی حالت سے کر کے

¹ المفردات فی غریب القرآن۔ تالیف، ابی القاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغب الاصفہانی، ص ۷۷، مطبع مصطفیٰ البابی

الجلبی، مصر، ۱۹۸۷ء۔

² سورة الدھر۔ آیت نمبر ۳۳۔

اسے پورا انسان بنا کر کھڑا کیا وہ آخر اسے دوبارہ پیدا کرنے سے کیوں عاجز ہو گا کلام کا مدعا یہ ہے کہ اس لا متناہی زمانے کے اندر ایک طویل مدت تو ایسی گزری ہے جب سرے سے نوع انسان ہی موجود نہ تھے پھر اس میں ایک وقت ایسا آیا جب انسان نام کا آغاز کیا اور اسی زمانہ کے اندر ہر شخص پر ایک ایسا وقت آیا ہے جب اسے عدم سے وجود میں لانے کی ابتداء کی گئی۔

ایک مخلوط نطفے سے مراد یہ ہے کہ انسان کی پیدائش مرد اور عورت کے دو الگ الگ نطفوں سے نہیں ہوئی ہے بلکہ دونوں نطفے مل کر جب ایک ہو گئے تب اس مرکب نطفے سے انسان پیدا ہوا۔¹

اصل میں فرمایا گیا ہم نے اسے سمیع و بصیر بنایا اس کا مفہوم صحیح طور پر ہوش و حواس رکھنے والا بنایا سے ادا ہوتا ہے لہذا یہ کہنے کے بعد کہ انسان کو پیدا کر کے ہم اس کا امتحان لینا چاہتے تھے یہ ارشاد فرمانہ اسی غرض کے لئے ہم نے اسے سمیع و بصیر بنایا دراصل یہ معنی رکھتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے علم و عقل کی طاقتیں دیں کہ وہ امتحان دینے کے قابل ہو سکے ظاہر ہے کہ اگر مقصود کلام یہ نہ ہو اور سمیع و بصیر بنانے کا مطلب محض سماعت و بینائی کی قوتیں رکھنے والا ہی ہو ایک اندھا اور بہرا آدمی تو امتحان سے مستثنیٰ ہو جا، تا ہے حالاں کہ > ب تک کوئی علم و عقل سے، بالکل محروم نہ ہو امتحان سے اس کے مستثنیٰ ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔²

یعنی ہم نے محض علم و عقل کی قوتیں دے کر ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ ساتھ ساتھ اس کی رہنمائی بھی کی تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ شکر کا راستہ کون سا ہے اور کفر کا راستہ کون سا اور اس کے بعد جو بھی راستہ

1 تفہیم القرآن۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، جلد ششم، ص ۱۸۵، مطبوعہ مرکزی اسلامی، دہلی۔

2 تفہیم القرآن، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، جلد ششم، ص ۱۸۷-۱۸۸، مطبوعہ مرکزی اسلامی، دہلی۔

وہ اختیار کرے اس کا ذمہ دار وہ خود ہو ہر انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے ضمیر (نفس لوّامہ) نام کی ایک چیز رکھ دی ہے۔ نفس تین طرح کے ہیں:

(۱) نفس لوّامہ (۲) نفس امارۃ (۳) نفس مطمئنۃ

لا اقسام بیوم القیمة ، ولا اقسام با لنفس اللوامة¹

ترجمہ: میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی، قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کے اندر نفس لوّامہ کا وجود شاہد ہے کہ قیامت حق ہے گویا قیامت کسی خارجی دلیل کی محتاج نہیں ہے اس کا عکس ہر انسان کے اپنے باطن کے اندر موجود ہے نفس لوّامہ سے مراد کوئی علیحدہ اور مستقل نفس نہیں ہے بلکہ یہ نفس انسان ہی کا ایک پہلو ہے اللہ تعالیٰ نے نفس انسانی کی تشکیل اس طرح فرمائی ہے کہ اس کے اندر نیکی اور بدی دونوں کا شعور ودیعت فرمایا ہے۔

و نفس و ماسوھا فالھما فجورھا وتقوھا²

ترجمہ: اور جیسا کہ اس کو ٹھیک بنایا پھر سمجھ دی اس کو گھٹائی کی اور بچ کر چلنے کی۔

اور شاہد ہے نفس اور اس کی تشکیل پس اس کو الہام کر دی اس کی بدی اور نیکی جس نے اس کو پاک رکھا اس نے فلاح پائی اور جس نے اس کو آلودہ رکھا وہ نامراد ہوا۔

وما ابرئ نفسی ان النفس لامارة بالسوء³

ترجمہ: اور میں اپنے نفس کو برا نہیں ٹھہراتا نفس بڑا ہی برائی کی راہ سمجھانے والا ہے۔

¹ سورة القیمة، آیت نمبر ۲۔

² سورة الشمس، آیت نمبر ۷-۸۔

³ سورة یوسف، آیت نمبر ۵۳۔

نفس کے توازن کو درست رکھنے کی تدبیر اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ آدمی برابر اپنے رب اور روز جزاء اور سزا کو یاد رکھے یہ یاد نفس کے توازن کو درست رکھتی ہے اگر کبھی کوئی لغزش ہو جاتی ہے تو نفس لوامہ فوراً اس کو ٹوکتا ہے اور وہ متنبہ ہو کر توبہ و تائب سے اس داغ کو مٹانے کی کوشش کرتا ہے جس نفس کے اندر یہ توازن پیدا ہو جائے قرآن نے اس کو نفس مطمئنہ سے تعبیر فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ، ارجعي إلى ربك راضية مرضية¹

ترجمہ: جو اللہ کے فرمانبردار تھے ان کو ارشاد ہو گا اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کی جو رحمت پر چل اس طرح تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش۔

یہ خطاب ہے جس سے جنت کے مستحقین کو نوازا جائے گا اس خطاب سے ان کے نفس کی اس خاص صفت پر روشنی پڑ رہی ہے جس کی بنا پر وہ جنت کے حقدار قرار پائیں گے۔

انسان کے اپنے وجود میں اور اس کے گرد و پیش زمین سے لے کر آسمان تک ساری کائنات میں ہر طرف ایسی بے شمار نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں جو خبر دے رہی ہیں کہ یہ سب کچھ کسی خدا کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

اللہ رب العزت نے انسان جیسی عظیم الشان مخلوق کو مختلف ادوار سے گزارا اس کا بیان قرآن مجید کی مختلف آیتوں سے مختلف انداز میں بیان ہوا ہے۔

خلق الانسان من علق²

ترجمہ: انسان کو خون کی پھٹکی سے پیدا کیا گیا۔

¹ سورۃ الفجر، آیت نمبر ۲۷-۲۸۔

² سورۃ العلق، آیت نمبر ۲۔

اشرف المخلوقات انسان کی تخلیق کا ذکر فرمایا کہ غور سے دیکھو تو پوری کائنات کا خلاصہ انسان ہے جہاں جو کچھ ہے اس کی نظائر انسان کے وجود میں موجود ہیں اس لئے انسان کو عالم اصغر کہا جاتا ہے اور انسان کی تخصیص، بالذکر کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نبوت و رسالت اور قرآن کے نازل کرنے کا مقصد احکام الہیہ کی تفسیر و تعمیل ہے وہ انسان ہی کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَلًا فُجُورًا¹

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا اس شخص کو جو اکڑنے والا ہو یا فخر کرنے والا ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اسباب و وسائل کی فراوانی کو اللہ کا انعام و احسان سمجھتے ہیں ان کے اندر تو شکر گزاری اور تواضع کا جذبہ ابھرتا ہے اور یہ جذبہ ان کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان فرمایا ہے اسی طرح یہ دوسروں پر احسان کریں چنانچہ وہ لوگوں پر احسان کرتے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے حقدار بنتے ہیں برعکس اس کے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو خود اپنی قوت و قابلیت اور اپنی تدبیر و حکمت کا کرشمہ سمجھنے لگتے ہیں ان کے اندر تواضع اور شکر گزاری کے جذبہ کے بجائے غرور و تکبر پیدا ہو جاتا ہے اور وہ لوگوں پر احسان کرنے کے بجائے ان پر دھونس اور رعب جمانے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے ناشکروں اور کم ظرفوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اس دنیا میں ہر طرف اللہ تعالیٰ کی مشیت کا فرما ہے یہاں جو انسان بھی پیدا ہوتا ہے اس کی مشیت سے پیدا ہوتا ہے وہ انسان کے لئے کم یا زیادہ جتنی حیات دینا چاہتا ہے عطا کرتا ہے پھر اس کے فیصلہ کے تحت انسان یہاں سے اٹھالیا جاتا ہے اور اس کا سفر آخرت شروع ہو جاتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِّنْ نَّطْفَةٍ ثُمَّ مِّنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِّنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقَرِّفِي الْأَرْحَامَ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يَتَوْفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَّنْ يَرْدُ إِلَىٰ أَذْلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمِ شَيْءٍ¹

ترجمہ: لوگوں! اگر تمہیں زندگی بعد موت کے بارے میں کچھ شک ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے پھر نطفے سے پھر خون کے لو تھڑے سے پھر گوشت کی بوٹی سے جو شکل والی بھی ہوتی ہے اور بے شکل بھی تاکہ تم پر حقیقت واضح کریں ہم جس کو چاہتے ہیں ایک وقت خاص تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تم کو ایک بچے کی صورت میں نکال لاتے ہیں تاکہ تم اپنی پوری جوانی کو پہونچو اور تم میں سے کوئی پہلے ہی واپس بلا لیا جاتا ہے اور کوئی بدترین عمر کی طرف پھیر دیا جاتا ہے تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے۔

یہی حقیقت سورہ مؤمن میں ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِّنْ نَّطْفَةٍ ثُمَّ مِّنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ ثُمَّ لَتَكُونُوا شِوْخًا وَمِنْكُمْ مَّنْ يَتَوْفَّىٰ مِنْ قَبْلٍ وَلَتَبْلُغُوا أَجْلًا مُّسَمًّى وَلِعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ²

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے پھر نطفہ سے پھر خون کے لو تھڑے سے پھر وہ تم کو بچہ کی حالت میں نکالتا ہے پھر مہلت دیتا ہے کہ تم (اپنی جوانی کے) زور کو پہنچ جاؤ پھر تم بوڑھے ہو جاؤ تم

¹ سورۃ الحج، آیت نمبر ۵۔

² سورۃ المؤمن، آیت نمبر ۶۷۔

میں سے کوئی اس سے پہلے ہی وفات پا جاتا ہے اور یہ اس لیے کہ تم ایک مقررہ وقت تک پہونچو اور شاید تم غور و فکر کرو۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور موت و حیات کے سلسلے میں اس کی حکمت اور فیصلے کا ذکر ہے کہ وہ جس شخص کو جتنی زندگی عطا کرنا چاہتا ہے عطا کرتا ہے کوئی عہد طفلی ہی میں ختم ہو جاتا ہے کوئی عین دورِ شباب میں اس دنیا سے کوچ کر جاتا ہے اور کوئی بڑھاپے کی منزل تک پہنچ کر موت کی آغوش میں پہنچتا ہے اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ خدا کی قدرت سے آخرت کا آنا بھی بعید نہیں ہے اس سے یہ بات بھی نکلے گی ہے کہ خدا کی قدرت سے آخرت کا آنا بھی بعید نہیں ہے اس سے یہ بات بھی نکلے گی ہے کہ جس شخص کو جتنی زندگی ملتی ہے وہ اللہ کی دین ہے جب تک اللہ چاہے اسے زندہ رہنے کا حق ہے۔

خالق کائنات اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو چاہا وہ پیدا کیا وہ جو چاہتے ہیں ختم کر دیتے ہیں اس کے حکم سے کائنات کی ہر چیز وجود میں آئی اس نے اس کائنات کو خوب بہترین انداز میں پیدا کیا اور خوب بہترین انداز میں سجایا ایک سے ایک طاقت ور چیز کو پیدا کیا عمدہ عمدہ آسائش زندگی فراہم کی خوبصورت جانور پرندے، پھل پھول وغیرہ پیدا کیئے اور اس نے ارادہ کیا کہ کائنات کی تمام خوبیوں کا ایک مرکز بنایا جائے اور وہ خوب صورتی و خوبیوں کا مرکز اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا جو اس کے نصیب میں تھا۔ اس کو ملا انسان اگرچہ جسمانی طور پر کمزور بنایا گیا مگر اس کی جسمانی خوبیوں کا بیان قرآن مجید کی محلہ تف آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے۔

خلق السموات والارض بالحق و صورکم فاحسن صور کم والیہ المصیر¹

ترجمہ: اسی نے زمین اور آسمان کو برحق پیدا کیا ہے اور تمہاری صورت بنائی اور بڑی عمدہ بنائی ہے اور اسی کی طرف آخر کار پلٹنا ہے۔

اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا ہے صورت سے مراد انسان کا چہرہ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اس کی پوری جسمانی ساخت ہے اور وہ قوتیں اور صلاحیتیں بھی اس کے مفہوم میں شامل ہیں جو اس دنیا میں کام کرنے کے لئے آدمی کو عطا کی گئیں ہیں ان دونوں حیثیتوں سے انسان کو زمین کی مخلوقات میں سب سے بہتر بنایا گیا۔ اور اس پر وہ اس قابل ہوا ہے کہ ان تمام موجودات پر حکمرانی کرے جو زمین اور اس کے گرد و پیش میں پائی جاتی ہیں اور اس کو ایسے۔ جو اس اور ایسے آلاتِ علم دیئے گئے ہیں جن کے ذریعہ سے وہ ہر طرح کی معلومات حاصل کرتا ہے۔

صورت گری در حقیقت خالق کائنات کی مخصوص صفت ہے اس لیے اسماء اللہ یہ میں اللہ تعالیٰ کا نام مصور آیا ہے غور کرو کہ کائنات میں کتنی اجناس مختلفہ ہیں اور ہر جنس میں کتنی انواع مختلف، ہر نوع میں اصناف مختلف اور ہر صفت میں لاکھوں کروڑوں افراد مختلفہ پائے جاتے ہیں ایک کی صورت دوسرے سے نہیں ملتی ایک نوع انسان میں ملکوں اور خطوں کے اختلاف سے نسلوں اور قوموں کے اختلاف سے شکل و صورت میں کھلے ہوئے امتیازات، پھر ان میں ہر فرد کی شکل و صورت کا سب سے ممتاز ہونا ایک ایسی حیرت انگیز صفت و صورت گری ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے آیت مذکورہ میں ایک نعمت صورت گری ہے اس کا ذکر فرمایا اس کے بعد فرمایا "فاحسن صورتم" یعنی شکل انسان کو ہم نے تمام کائنات و

مخلوقات کی صورتوں سے زیادہ حسین اور بہتر بنایا ہے انسان اپنی جماعت میں کتنا ہی بد شکل بد صورت سمجھا جاتا ہو مگر باقی تمام حیوانات وغیرہ کے اعتبار سے وہ بھی حسین ہے۔¹

انسان اور پوری کائنات کی تخلیق جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عظیم کارنامہ ہے اپنے اندر نصیحت کا کافی سامان رکھتی ہے انسان کی تخلیق اس کے مختلف مراحل مادہ تخلیق انسانی اور کائنات کی تمام چھوٹی بڑی چیزوں کے ابتدائی اور موجودہ احوال پر غور انسان کے لئے انتہائی نصیحت آموز ہے یہ غور و فکر انسان کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کی بے مثال قدرت اور لا انتہا شفقت سے متعارف کر دیتا ہے اور یہی انسان اور کائنات کی تخلیق کا منشا ہے۔

انسان بحیثیت خلیفۃ اللہ

اللہ رب العزت کی مخلوق کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں مخلوق ارضی اور مخلوق سماوی۔ سماوی مخلوق میں حور و ملک ہیں لیکن مخلوق ارضی میں ان کی خصوصیات اور اوصاف کے پیش نظر انھیں چار قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے جمادات نباتات، حیوانات، انسان کی ایک قسم اور بھی ہے جس کی خلقت آدم کی طرح آب و گل کے خمیر سے نہیں ہوئی بلکہ اس کی سرشت نار سے تیار ہوئی اور وہ جن کے نام سے موسوم ہیں جملہ مخلوقات میں جن ایسی مخلوق ہے جو ارضی بھی ہے اور سماوی بھی لیکن ان تمام مخلوقات

¹ تفسیر معارف القرآن، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، ج ہشتم، ص ۴۲۴، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند۔

میں اشریت و املہ یت کائنات قدرت نے صرف بنی نوع انسان کے سر پر رکھا ہے اور دیگر مخلوقات پر انہیں فوقیت بخشی اور انسان کو دنیا میں اپنا خلیفہ بنایا۔

واذ قال ربك للملائكة ائني جاعل في الارض خليفه¹

ترجمہ: اور یاد کرو جب کہ تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

فرشتے اگرچہ معصوم مخلوق ہے خطاء و نسیان کا صدور اس کی ذات سے ممکن نہیں وہ ہمہ تن اطاعت و بندگی ہے سرکشی و طغیانی اس کی فطرت سے کوسوں دور ہے بغاوت و عداوت کی اس سے کوئی توقع نہیں کی جاسکتی کینہ و حسد اور دشمنی جیسے رذائل سے اس کی ذات پاک بلکہ جملہ اوصاف قبیحہ کا تصور بھی اس کی ملکیت کے منافی ہے کیونکہ رب العزت نے یہ ہدایات انہیں دیئے ہی نہیں اس کے باوجود بھی اللہ پاک نے فرشتوں کا انتخاب نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو چنا آخر اس کا کوئی نہ کوئی سبب تو ضرور ہوگا۔ سبب اس کا ظاہر ہے کہ فرشتے معصوم سہی اس کی عصمت مانع گناہ ضرور ہے وہ گناہ و عصیان پر قادر ہی نہیں کیونکہ وہ تو افعال حسنہ کا ارتکاب ہی کر سکتے ہیں برخلاف اس کے کہ انسان گناہان صغیرہ و کبیرہ پر قادر ہیں اس لئے نیاز مند انہ عرض کیا کہ ہم سب ہر وقت خدمت کے لئے حاضر ہیں آپ کے احکام بجالانے میں ہم پوری طرح سرگرم ہیں۔

قالوا اتجعل فيها من يفسد فيها و يفسك الدماء و نحن تسبح بحمدك و نقدس لك قال

ائني اعلم ما لا تعلمون¹

¹ سورۃ البقرہ، آیت ۳۰، جلد اول، معارف القرآن، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند۔

ترجمہ: انہوں نے کہا کیا تو اس میں اس کو خلیفہ مقرر کرے گا جو اس میں فساد مچائے اور خونریزی کرے اور ہم تو تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں اس نے کہا میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

اس فقرے سے فرشتوں کا مدعا یہ نہ تھا کہ خلافت ہمیں دی جائے ہم اس کے مستحق ہیں بلکہ ان کا مطلب یہ تھا کہ ہم آپ کا احکام بجالانے میں پوری طرح سرگرم ہیں مرضی مبارک کے مطابق سارا جہاں پاک و صاف رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھ آپ کی حمد و ثنا اور آپ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس بھی ہم خدام ادب کر رہے ہیں اس لئے نئی مخلوق پیدا کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے خصوصاً جبکہ اس نئی مخلوق میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ آپ کی مرضی کے خلاف کام کریں جس سے آپ ناخوش ہوں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے یعنی جو چیز تمہاری نظر میں تخلیق بنی آدم سے مانع ہیں کہ ان میں بعض فساد مچائے گئیں وہی چیز درحقیقت ان کی تخلیق کا اصلی سبب ہے کیونکہ احکام و انتظام جزا و سزا تو جب ہی وقوع میں آسکتا ہے جب کوئی اعتدال سے تجاوز کرنے والا بھی ہوں۔

انسان کی ضیلت اور اس کا امتیازی تشخص تو درحقیقت نتیجہ ہے بالفاظِ دگر اللہ کا انعام ہے جس نے ایک طرف انسان کو مخلوقات ارضی و سماوی میں بلندی عطا کی اصل تو انسان کی قوت ارادی عصمت پسندی اور اس کا قادر و مختار ہونا ہے کیونکہ ارادہ کی آزادی و قوت اختیار جب عصمت پسندی سے ہم آہنگ ہو کر عملی صورت اختیار کرتا ہے تو انسان پسندیدہ عبد و معبود ہو کر انسانیت کے نقطہ عروج پر پہنچتا ہے اور اس کی شخصیت مقرون بہ اشرافیت ہوتی ہے انسانی اختیار کی وسعت اور بے پایانی اس کی وسیع صلاحیتیں

اس کا حوصلہ اس کی فطرت کا سوز و گداز اس کی اخلاقانہ فطرت ہی اس بات کا سبب بنی کہ خداوند عالم نے اشریت آدم کا اعلان فرمایا۔

ولقد کر منا بنی آدم و حملنهم فی البرّ والبحر ورزقنهم من الطّیبت و فضلنهم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلاً¹

ترجمہ: اور ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انھیں خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔

انسان کو دوسری مخلوقات پر جو شرف فضیلت حاصل ہے اس کے بعض پہلوؤں کا خود قرآن مجید میں ذکر ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین خلقت عطا کی ہے وہ اپنی جسمانی ساخت، شکل و صورت، قد و قامت، اعضاء و جوارح کے تناسب اور ظاہری ہیئت کے لحاظ سے دنیا کی حسین ترین مخلوق ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا۔

ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم²

ترجمہ: ہم نے انسان کو بہت خوبصورت طریقہ سے پیدا کیا۔

احسن تقویم سے مراد یہ ہے کہ اسکی جبلت و فطرت کو بھی دوسری مخلوقات کے اعتبار سے احسن بنایا گیا اور اس کی جسمانی ہیئت اور شکل و صورت کو بھی دنیا کے سب جانداروں سے بہتر اور حسین بنایا گیا۔

¹ سورۃ بنی اسرائیل، آیت نمبر ۷۰، تفہیم القرآن، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، جلد دوم، ص ۶۳۰، مطبوعہ مرکزی اسلامی دہلی۔

² سورۃ التین، آیت نمبر ۴، معارف القرآن، جلد ہشتم، ص ۷۵، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند۔

انسان کو حق تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ حسین بنایا ہے ابن عربی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں کوئی انسان سے احسن نہیں کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے حیات کے ساتھ عالم قادر متکلم، سمیع بصیر مدبر اور حکیم بنایا ہے اور یہ سب صفات دراصل خود حق سبحانہ و تعالیٰ کی ہیں۔

انسان اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سب سے زیادہ حسین ہے ظاہر کے اعتبار سے بھی اور باطن کے اعتبار سے بھی حسن و جمال کے اعتبار سے بھی اور بدنی ساخت کے اعتبار سے بھی لہذا اس کی ہدایت کا بھی انتظام فرمایا پہلا ذریعہ اس کے لئے عقل کو مقرر کیا پھر عقل کے لئے ادراک و فہم، احساسات و حواس عطا کیا جس کے ذریعہ وہ تمام کائنات، لمویہ اور سفلیہ سے اپنے کام لیتا ہے لیکن عقل چونکہ محدود ہے اور بعض اوقات وہ اپنے فرض سے کس مانع کی وجہ سے عہدہ برآ نہیں ہو پاتی لہذا اس نے انبیاء کو ہدایت کے لئے مامور کیا اس کے علاوہ خود توفیق الہی، ہر قدم پر انسان کو گمراہی سے بچانے کے لئے موجود ہے نبی و رسول اور توفیق الہی کا انسان کو شر برائی اور گمراہی سے محفوظ رکھنا اور نیکی کا عرفان کرنا خود اس امر کی دلیل ہے کہ انسان قدرت کی نگاہ میں کتنا عظیم ہے عظمت و بزرگی کا یہ مرقع اللہ رب العزت کو بہت عزیز تھا کہ اگر خالق کائنات کی منشاء کی تکمیل اگر ممکن تھی تو انسان ہی کے ذریعہ اور کسی مخلوق میں نہ تو اتنی سکت تھی اور نہ ہی اتنی جبرأت کہ وہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کو اس طرح پورا کرے جو پورا کرنے کا حق ہے۔ خالق کائنات نے انسان کو یونہی فضیلت نہیں عطا کر دی اس نے دیگر مخلوقات کو بھی قسمت آزمائی کا موقع دیا۔ اللہ نے اپنی امانت زمین و آسمان پر پیش کی اور ہر مخلوق کو زور آزمائی کی دعوت دی لیکن دعوت خداوندی پر لبیک کہنے کا حوصلہ کسی کو نہ ہوا چنانچہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

اَنَا عَرْضْنَا اِلَا مَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَيُّنَ اَنْ يَحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا
اِلَا نَسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا¹

ترجمہ: ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈرے اور انسان نے اس کو اٹھالیا بے شک وہ ظلم کرنے والا اور جذبات سے مغلوب ہو جانے والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت بالا اختیار کی یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے بھی پیش کی تھی لیکن وہ اس عظیم ذمہ داری کے اٹھانے سے ڈرے اور اپنی معذرت پیش کر دی کہ ان کو اس بارگراں سے معاف رکھا جائے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کی یہ معذرت زبان حال سے بھی ہو سکتی ہے اور زبان قال سے بھی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کی زبان حال و قال دونوں کو جانتا ہے قرآن میں اس بات کی تصریح ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ لیکن انکی تسبیح کو صرف اللہ ہی سمجھتا ہے دوسرے اس کو نہیں سمجھتے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْبِّحُ لَهٗ مِنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ الطَّيْرِ صَّ ۚ قُلْ كُلٌّ عِلْمٌ لِّمَنۡ شَاءَ
وَتَسْبِيحُهُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ²

ترجمہ: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ کی یاد کرتے ہیں جو کوئی ہیں آسمان و زمین میں اور اڑتے جانور پر کھولے ہوئے ہر ایک نے جان رکھی ہے اپنی طرح کی بندگی اور یاد اور اللہ کو معلوم ہے جو کچھ کرتے ہیں۔

¹ سورۃ احزاب، آیت ۷۲، تدبر القرآن، جلد ششم، ص ۷۹، ۸۰، امین احسن اصاحی صاحب، مطبوعہ تاج کمپنی۔

² سورۃ النور، آیت نمبر ۴۱۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر چیز آسمان زمین، آفتاب، ماہتاب اور کل سیارے اور ستارے اور زمین کے عناصر آگ، پانی، مٹی، ہوا سب کچھ خاص خاص کاموں کے لئے پیدا فرمایا ہے اور جس کو جس کام کے لئے پیدا فرمایا ہے وہ برابر اس پر لگا ہوا ہے اس سے سر موخلاف نہیں کرتا اپنی اطاعت و انقیاد کو ان چیزوں کی تسبیح فرمایا ہے حاصل یہ ہے کہ ان کی تسبیح حالی ہے مقالی نہیں ان کی زبان حال بول رہی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کو پاک و برتر سمجھ کر اس کی اطاعت میں لگے ہوئے ہیں۔

اسی طرح ہر ذمہ داری کے تحمل کے لئے ایک خاص صلاحیت درکار ہوتی ہے اگر وہ صلاحیت موجود نہ ہو تو اس کا تحمل ممکن نہیں ہے آپ ہر زمین میں ہر چیز کی کاشت نہیں کر سکتے زمین کا ایک معمولی ٹکڑا آپ کے تخم کا امین بن جاتا ہے اور وہ آپ کی امانت کو نہ صرف محفوظ رکھتا ہے بلکہ اسکو نشو و نما اور فروغ دیتا ہے لیکن وہی تخم اگر آپ ایک وسیع سمندر ایک عظیم پہاڑ یا لقا و دق صحراء میں ڈال دیں تو وہ اسکو نشو و نما نہیں دیں سکتے بلکہ وہ تخم ضائع جائیگا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر کسی چیز کے اندر ایک چیز کے قبول کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو وہ اس سے لازماً باء کریگا۔

یہ انسان کا شرف بیان ہوا ہے کہ جس بار امانت کو آسمان و زمین نہ اٹھا سکے اسے انسان نے اٹھالیا اور اپنے مکلف ہونے کا ثبوت دے دیا نیز یہ بات بھی واضح کر دی کہ وہ حقیقہً مآدوسری کائنات سے افضل ہے اور کائنات کی تمام اشیاء پر اس کو فضیلت حاصل ہے۔

اللہ رب العزت نے جو ساری کائنات کا خالق و مالک اور فرمانروا ہے اپنی بے پایاں مملکت کے اس حصہ میں جسے زمین کہتے ہیں انسان کو پیدا کیا اسے جاننے سوچنے سمجھنے کی قوتیں دیں بھلائی اور برائی کی تمیز کر دی انتخاب و ارادے کی آزادی عطا کی تصرف کے اختیارات بخشے اور فی الجملہ ایک طرح کی خود اختیاری

دے کر اسے زمین میں اپنا خلیفہ بنایا لیکن اس منصب پر انسان کو مقرر کرتے وقت اللہ تعالیٰ نے اچھی طرح سے اس کے کان کھول کر یہ بات اس کے ذہن نشین کر دی تھی کہ تمہارا اور تمام جہاں کا مالک و معبود اور حاکم میں ہوں میری اس سلطنت میں نہ تم خود مختار ہو نہ ہی کسی دوسرے کے بندے ہو اور نہ میرے سوا کوئی تمہاری اطاعت و بندگی اور پرستش کا مستحق ہے دنیا کی یہ زندگی جس میں تمہیں میرے پاس واپس آنا ہو گا اور میں تمہارے کام کی جانچ کر کے فیصلہ کروں گا کہ تم میں سے کون امتحان میں کامیاب رہا ہے اور کون ناکام تمہارے لیے صحیح رویہ یہ ہے کہ مجھے اپنا واحد معبود اور حاکم تسلیم کرو۔¹

یہی بات مختصر الفاظ میں اس آیت میں کہی گئی ہے۔

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ²

ترجمہ: وہ جس نے موت و حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون زیادہ اچھے عمل کرتا ہے اور وہ زبردست ہے اور بخشنے والا ہے۔

فرمایا وہی ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا ہے ان میں سے کسی پر بھی کسی دوسرے کو کوئی اختیار نہیں ہے پھر موت زندگی پر مقدم ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ہر چیز اللہ ہی کی قدرت اور اس کے فیض سے پردہ عدم سے عالم وجود میں آئی ہے وہ نہ چاہے تو کوئی چیز وجود میں نہیں آسکتی۔

عدم کے بعد زندگی اور زندگی کے بعد پھر موت اس بات کی شہادت ہے کہ اس دنیا کا کارخانہ بے غایت و بے مقصد نہیں ہے کہ یوں ہی چلتا رہے یا یوں ہی ایک دن ختم ہو جائے اگر ایسا ہو تو یہ ایک کار

¹ انسان کی حقیقت قرآن مجید کی روشنی میں، مصنف سید ابوالاعلیٰ مودودی، ص ۷۔

² سورۃ الملک، آیت نمبر ۲، تدبر القرآن، جلد ہشتم، ص ۴۹۱، امین احسن اصلاحی صاحب مکتبہ تاج کمپنی۔

عبث ہو گا جو ایک حکیم و قدیر اور بافیض ہستی کی شان کے خلاف ہے بلکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں جس کو زندگی بخشا ہے اس امتحان کے لئے بخشا ہے کہ دیکھے کون اس کی پسند کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے اور کون اپنی من مانی کرتا ہے اس امتحان کا لازمی تقاضہ ہے کہ وہ ایک ایسا دن بھی لائے گا جس میں لوگوں کو از سر نو زندہ کرے ہر شخص کی نیکی اور بدی کا حساب ہو اور وہ اپنے عمل کے مطابق جزایا سزا پائے۔

اللہ نے زمین کی خلافت اور اس کے خزانے انسان کے لئے رکھے ہیں اور جب تک یہ دنیا قائم رہے گی قوموں، جماعتوں اور فرقوں کے بدلنے کے باوجود زمین کا اقتدار اور اس کے وسائل انسان کے تصرف میں رہیں گے۔ یہ اعزاز انسان کو اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی بندگی و اطاعت اختیار کرے اور اس کی عنایات کا شکر یہ ادا کرے نہ اس لئے کہ وہ اسی کی نعمتوں کو استعمال کر کے بدست ہو جائے اور اس کے احکامات سے بغاوت و سرکشی کا راستہ اختیار کرے گو یا دنیا کے خزانے اور انسان کو دنیا میں خلافت و اقتدار اور دنیا کے خزانوں سے استفادہ کا موقع ملنا انسان کے لئے امتحان و آزمائش کا ذریعہ ہیں اللہ تعالیٰ اس آزمائش کے لئے سب انسانوں کو یکے بعد دیگرے دنیا کے وسائل سے نفع اٹھانے کا موقع دیتے ہیں تاکہ ظاہر ہو جائے کہ کس نے منصب خلافت کا حق ادا کیا اور کس نے اپنے آپ کو نااہل ثابت کیا انسان کے شرف و فضیلت و اعلیٰ مقام کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اپنے رب کا شکر گزار بندہ بنے۔

انسان کا مقصد حیات

انسان خالق حقیقی کا عظیم شاہکار اور محبوب ترین مخلوق ہے اسے ہر لحاظ سے کائنات کی تمام دوسری مخلوق پر شرف و فضیلت حاصل ہے کیوں کہ حق تعالیٰ نے انسان کے سوا تمام مخلوق کن سے پیدا کی ہے مگر انسان کو کن سے پیدا نہیں کیا بلکہ اس کی تخلیق کے لئے حسب بیان قرآن مجید میں خصوصی اہتمام فرمایا:

الذی احسن کلّ شیء خلقه وبدا خلق الانسان من طین ثم جعل نسله من سلالة من ماء مهین ثم سوّاه و نفخ فیہ من روحہ و جعل لکم السّمع والابصار والافؤة قليلا ما تشکرون¹

ترجمہ: جس نے جو چیز بھی بنائی ہے خوب ہی بنائی ہے اس نے انسان کی خلقت کا آغاز مٹی سے کیا پھر اس کی نسل حقیر پانی کے خلاصہ سے چلائی پھر اس کے نوک پلک سنوارے اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے لیے کان آنکھیں اور دل بنائے تم بہت ہی کم شکر گزار ہوتے ہو۔

انسان کو جو نعمتیں اور صلاحیتیں عنایت ہوئی ہیں وہ بلا مقصد نہیں ہیں انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی کے لئے پیدا فرمایا اس نے انسان پر اس کی زندگی اور تمام جسمانی صلاحیتوں سے لے کر مال اولاد زمین کے خزانوں اور زمین میں خلافت و اقتدار عنایت کرنے تک جو جو احسانات فرمائے ان کا مقصد انسان کی آزمائش ہے کہ وہ اپنی زندگی اور دوسری تمام صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لگاتا ہے۔

انسان اور کائنات کی تمام چیزیں اپنے اپنے وجود کی خاص خاص حکمتیں و مصلحتیں رکھتی ہیں ایک ادنیٰ انسان جب کوئی کام کرتا ہے تو اس سے اس کا ضرور کوئی مقصد ہوتا ہے ہر دانش مند اور عقلمند انسان کی حرکت بلا مقصد نہیں ہوتی ہے دنیا میں انسان جب بھی کوئی حرکت کرتا ہے تو اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے بے غرض بے مقصد بے فائدہ کوئی کام نہیں کرتا جیسے ہم پانی پیتے ہیں اس لئے کہ ہماری پیاس بجھے، بیماری میں ہم دوا اس لئے استعمال کرتے ہیں کہ بیماری دور ہو جائے اور تندرستی حاصل ہو غرض انسان دنیا میں جو حرکت کرتا ہے اس میں ضرور کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے۔ غرض یہ عقلی اور حسی قاعدہ ہے کہ کوئی حرکت بلا مقصد نہیں ہوتی زندگی بھی ایک حرکت ہے جب تک آدمی کا بدن حرکت کرتا رہتا ہے تو لوگ اس کو زندہ کہتے ہیں لیکن جب وہی حرکت بند ہو جائے تو لوگ اس کو مردہ کہتے ہیں تو اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تخلیق انسانی سے کیا مقصد تھا اللہ نے انسان کو کیوں پیدا کیا؟ کیونکہ جب انسان کی حرکت کا کچھ نہ کچھ مقصد ضرور ہوتا ہے تو کیا اللہ نے بلا مقصد کے انسان کو پیدا کیا قرآن میں ارشاد ہے۔

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قَلِيلًا وَقَعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سُبْحَنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ¹

ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا، تو پاک ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

تو اس طویل زندگی کا مقصد کیا ہے

کیا انسان کی زندگی کا مقصد خورد و نوش ہے کہ چند روٹیاں کھالیا یا کچھ پیسے جمع کر لیا کچھ مزے اڑالے، بس۔

اگر انسان کی زندگی کا مقصد صرف روٹی کھالے یا ایسے اسباب و وسائل میں زندگی گنوا دے جس کا نتیجہ بہر صورت روٹی ہو جیسے تجارت اور صنعت و حرفت یا باقی اسبابِ معاش جو روٹی کو نتیجہ کے طور پر بسر کرتے ہوں تو اس مقصد کو عہدگی سے انجام دینے کے لئے جانور ہی کافی تھا، انسان کی تخلیق کی قطعاً ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ انسان اتنا نہیں کھا سکتا جتنا یہ جانور کھاتے ہیں، تو انسان کی زندگی کا مقصد یہ تو نہیں ہو سکتا کہ وہ روٹی کھالے اور مقصد حاصل کر لے اور اس کے لئے اتنا لمبا سفر کہ آدم کی کمر سے نکلے، ماں کے پیٹ میں آئے، پھر دنیا میں آئے اور مزید یہ کہ کھانا کوئی اہم چیز ہے بھی نہیں اور یہ کمال کی علامت بھی نہیں ہے کیونکہ اگر کھانا کمال کی علامت ہے یہی وجہ ہے کہ روزہ کو اصل عبادت فرمایا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

کتب علیکم الصیام۔ تم پر روزہ فرض کیا گیا¹

اور اس کی صورت نہ کھانا متعین کیا اس لئے روٹی کھانا یہ مقصد نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ کہیں ہو سکتا ہے کہ مقصد زندگی عزت، کرسی، آبرو، جاہ اقتدار اور منزلت ہو کیونکہ یہ روٹی سے زیادہ اونچی چیز ہے اس لئے کہ عزت و آبرو جاہ اقتدار بچانے کے لئے آدمی روٹی اور پیسہ دائر لگا دیتا ہے تاکہ آبرو پر حرف نہ آئے۔

اگر غور کریں تو یہ بھی زندگی کا مقصد نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ جس کو آپ عزت کہتے ہیں وہ کیا ہے یہی نہ کہ دوسرا آپ کو اچھا سمجھے، گویا کہ یہ ایک خیالی چیز ہے کسی نے خیال کیا کہ آپ بڑے ہیں اچھے ہیں تو آپ بڑے ہو گئے۔

حاصل یہ نکلا کہ زندگی کی اتنی لمبی چوڑی حرکت کا مقصد نہ تو روٹی بن سکتی ہے اور نہ کرسی اور عزت بن سکتی ہے اس لئے کہ روٹی بہا تم (جانور) کی علامت ہے اور اقتدار پسندی یہ خیالی چیز ہے، زندگی حقیقی ہو اور اس کا مقصد محض خیالی ہو، یہ بے جوڑ بات ہے، اور حکمت خداوندی کے خلاف بھی جب یہ دونوں چیزیں مقصد نہیں ہو سکتی تو آخر زندگی کا مقصد کیا ہے آئیے اس کا جواب ہم قرآن میں تلاش کریں، جو ہدایت اور رہنمائی کی کتاب ہے اس کے ہر لفظ کی تہہ میں ہدایت کا نور ہے جو حق تلاش کرنے والوں کے لئے مشعل راہ ہے اور ہدایت کا ذریعہ "ہدی للمتقین" تخلیق انسانی کے مقصد کو قرآن میں ان الفاظ سے واضح کیا ہے۔

وما خلقت الجنّ والانس الا ليعبدون¹

ترجمہ: میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔

ما ارید منهم مَن رزق و ما ارید ان یطعمون انّ اللہ هو الرزاق ذو القوۃ المتین¹

ترجمہ: نہ میں ان سے روزی چاہتا ہوں، نہ میری یہ چاہت کہ وہ مجھے کھلائیں اللہ تعالیٰ خود ہی سب کو روزی دیتا ہے اور توانائی اور زور آور ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کی زندگی کا مقصد اور اس کی پیدائش کا مقصد اللہ کی عبادت ہے۔ عبادت کہتے ہیں بندگی کو کیونکہ عبادت کا لفظ "عبد" سے نکلا ہے عبد کے معنی ہیں بندے اور غلام کے ہیں اس لئے عبادت کے معنی بندگی اور غلامی کے ہوئے، جو شخص کسی کا بندہ ہو، اگر وہ اس کی خدمت میں بندہ بن کر رہے اور اس کے ساتھ اس طرح پیش آئے جس طرح آقا کے ساتھ پیش آنا چاہئے تو یہ بندگی اور عبادت ہے۔

بندہ اسی وقت بندہ کہلانے کا حق دار ہو گا جب مندرجہ ذیل تین طریقہ اختیار کرے:

۱۔ بندہ اپنے آقا کو آقا سمجھے اور یہ خیال کرے کہ جو میرا مالک ہے جو مجھے رزق دیتا ہے جو میری حفاظت کرتا ہے اسی کی وفاداری مجھ پر فرض ہے۔

۲۔ بندہ ہر وقت آقا کی اطاعت کرے، اس کے ہر حکم کو بجالائے۔

۳۔ بندہ آقا کا ادب اور اس کی تعظیم کرے جو طریقہ ادب اور تعظیم کرنے کا آقا نے مقرر کیا ہو اس کی پیروی کرے جو وقت سلامی کے لئے حاضر ہونے کا آقا نے مقرر کیا ہو اس وقت ضرور حاضر ہو اور اس بات کا ثبوت دے کہ میں اس کی وفاداری اور اطاعت میں ثابت قدم ہوں۔

بس یہی تین چیزیں مل کر عبادت بنتی ہے۔

- ۱۔ آقا کی وفاداری
- ۲۔ آقا کی اطاعت
- ۳۔ آقا کا ادب اور اس کی تعظیم

اور یہی مطلب ہے اللہ کے اس ارشاد کا:

"وما خلقت الجنّ والانس الا ليعبدون" کہ ہم نے انسان و جنات کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف اللہ کے وفادار ہوں اللہ کے خلاف کسی اور کے وفادار نہ ہوں صرف اللہ کی اطاعت کریں اس کے علاوہ کسی اور کی اطاعت نہ کریں اور صرف اس کے آگے ادب اور تعظیم سے سر جھکائیں، اس کے علاوہ کسی اور کے آگے سر نہ جھکائیں اور یہی مطلب ہے ان تمام آیتوں کا جن میں اللہ نے اپنی عبادت کا حکم دیا ہے۔
 "الاعبدوا الا اياه" ¹

ہم ہر گز یہ نہ سمجھیں کہ ہاتھ باندھ کر قبلے رو کھڑے ہونا گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جھکنا، زمین پر ہاتھ ٹیک کر سجدہ کرنا اور چند الفاظ زبان سے ادا کرنا، رمضان کی پہلی تاریخ سے شوال کے چاند نکلنے تک روزانہ صبح و شام بھوکے پیاسے رہنے اور کعبہ کا طواف کرنے کا نام ہی عبادت ہے اور اسی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اگرچہ یہ مفہوم بھی اس آیت میں شامل ہیں لیکن اس آیت کا پورا مفہوم یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی میں ہر وقت ہر حال میں خدا کے قانون کی اطاعت کریں اور ہر اس قانون کی پابندی سے آزاد ہو جائیں جو قانون لہی کے خلاف ہو ہماری ہر جنبش اس حد کے اندر ہو جو خدا نے ہمارے لیے مقرر کیا ہے ہمارا ہر فعل اس طریقے کے مطابق ہو جو خدا نے ہمارے لئے متعین کیا ہے جب ہم اس طرز پر جو زندگی بسر کریں گے وہ

پوری کی پوری عبادت ہوگی ایسی زندگی میں سونا بھی عبادت ہے اور جاگنا بھی اور کھانا بھی اور پینا بھی، چلنا بھی اور پھرنا بھی عبادت ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے۔

سعد بن ابی وقاص قال قال رسول الله ﷺ عجب للمؤمن ان اصابه خير حمد الله و شكر و ان اصابته مصيبة حمد الله وصبر فالمؤمن يوجر في كل امره حتى في اللقمة يرفعها الى في امرائه -¹

ترجمہ: مومن کا معاملہ عجب ہے اگر اسے کوئی بھلائی پہونچتی ہے تو اللہ کی تعریف کرتا اور شکر ادا کرتا ہے اور اگر کوئی مصیبت آتی ہے تو اللہ کی تعریف کرتا اور شکر ادا کرتا ہے تو مومن کے ہر اس کام میں ثواب ملتا ہے یہاں تک کہ اس لقمہ میں بھی ثواب ہے جو شوہر اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں رکھے۔

حتی کہ اپنی بیوی کے پاس جانا بھی عبادت ہے جیسا کہ ابو سعید خدریؓ نبی کا ارشاد نقل کرتے ہیں: بے شک جب مرد اپنی بیوی کو محبت سے دیکھتا ہے اور بیوی محبت سے شوہر کو دیکھتی ہے تو اللہ تعالیٰ دونوں کو رحمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جب مرد اپنی بیوی کا ہاتھ محبت سے تھامتا ہے تو دونوں کی انگلیوں کے درمیان سے گناہ جھڑنے لگتے ہیں۔²

اور ایک دوسرے موقع سے ارشاد فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ مرد اپنی بیوی کے ساتھ کھیلے اور اس کی وجہ سے اللہ

تعالیٰ دونوں کو ثواب عطا فرماتے ہیں۔³

1 مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب البكاء علی المیت، ص ۱۵۱، الفصل الاول۔

2 علاؤ الدین علی متقی، کنز العمال، دائرہ معارف عثمانیہ، ۱۳۸۹ھ، ۱۹۶۹ء، جلد ۱۶، ص ۲۷۶۔

3 علاؤ الدین علی متقی کنز العمال، دائرہ معارف عثمانیہ، ۱۳۸۹ھ، ۱۹۶۹ء، جلد ۱۶، ص ۲۷۶۔

جن کاموں کو ہم بالکل دنیا داری کہتے ہیں اگر ہم ان کو انجام دینے میں خدا کی مقرر کی ہوئی حدود کا لحاظ کریں اور اس میں یہ دیکھ کر چلیں کہ خدا کے نزدیک حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے؟ جائز کیا ہے اور ناجائز کیا تو یہ سب بھی عبادت ہو جائیں گے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

عن ابی سعید قال قال رسول ﷺ التاجر الصدوق الامین مع النبین و الصدیقین والشهداء۔¹

ترجمہ: ابی سعید سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

لہذا ہم ہر لمحہ اس کی عبادت و بندگی میں صرف کریں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس چیز سے منع کر دی ہے اور حرام قرار دیا ہے جو انسان کو ذکر الہی اور مقصد حیات سے ہٹا دے جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

"ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم و يتخذها هزوا، اولئك لهم عذاب مهين"²

ترجمہ: اور کچھ لوگ وہ ہیں جو خریداری ہیں کھیل کی باتوں کا تاکہ اللہ کے راستے (ذکر الہی) سے بے سوچے سمجھے گمراہ کریں اور اس کی ہنسی اڑائیں ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

¹ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب المساعی و المعاملات، ص ۲۴۳، جلد اول۔

² سورۃ لقمن، آیت نمبر ۶۔

انما الحیوة الدنیا لعب و لهو وان تؤمنوا و تتقوا یؤتکم اجرکم ولا یسئلکم اموالکم۔¹

ترجمہ: یہ دنیا کا جینا تو کھیل اور تماشا ہے اور اگر تم ایمان و تقویٰ اختیار کرو تو وہ تم کو تمہارا اجر دے گا، اور تم سے تمہارا مال طلب نہیں کرے گا۔

شراب اور دیگر منشیات اور جو ادغیرہ سے بھی بچنے کا جو حکم دیا اور اس کو حرام قرار دیا اس کی وجہ یہی مقصد حیات سے ہٹانے والا عمل تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوة والبغضاء فی الخمر والمیسر و یرصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوة فهل أنتم منتهون"²

ترجمہ: بے شک شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے شراب و جو کے ذریعہ اور اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے پس کیا تم اس سے بچو گے (جب کہ اس میں دنیاوی اعتبار سے فائدہ بھی ہے)

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ہمارا مقصد اس دنیا میں آنے کا رب کعبہ کی عبادت و بندگی ہے ہم اس دنیا میں جو کچھ بھی کریں خدا کے قانون کے مطابق کریں ہمارا سونا اور جاگنا، ہمارا کھانا اور پینا ہمارا چلنا اور پھرنا سب کچھ خدا کے لئے ہوا اور اس کے قانون کے مطابق ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

انّ صلاتی و نسکی و مماتی للہ رب العلمین³

1 سورۃ محمد، آیت نمبر ۳۶۔

2 سورۃ المائدہ، آیت نمبر ۹۱۔

3 سورۃ الانعام، آیت نمبر ۱۶۳۔

ترجمہ: بلکہ ہر لمحہ ہر پل اس کی عبادت کریں اور ہماری سوچ و فکر اور عمل میں اس کے اثرات نمایاں بھی ہوں۔

کیونکہ اطاعت حق ہی زندگی کا اصل مقصد ہے۔

انسانی عظمت

انسان کو اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر ایک ایسا اعلیٰ مقام بخشا ہے جو کسی اور مخلوق کو نہیں بخشا اور انسان کو کئی امتیازات و خصوصیات ایسی عنایت کیں جو کسی دوسری مخلوق کو عنایت نہیں کیں اور انسان کو طرح طرح کی لاتعداد نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ انسان پر اللہ تعالیٰ کے ان انعامات کا ایک خاص مقصد ہے اور وہ یہ کہ انسان اپنی اعلیٰ دنیوی حیثیت اور اللہ کے احسانات کو اللہ کی رضا و قرب کے اعلیٰ ترین مقام کے حصول کا ذریعہ اور بنیاد بنائے۔

انسان پر اللہ تعالیٰ کا پہلا اور بنیادی انعام یہ ہے کہ اس نے انسان کو وجود بخشا وہ معدوم تھا، وہ نیست تھا اس کا ذکر تھا نہ نام، اللہ تعالیٰ نے اسے موجود کر دیا۔ اب اس کا تذکرہ بھی ہے اور نام بھی صحت بھی ہے اور حسن بھی جوانی بھی ہے اور قوت بھی، دولت بھی ہے ہز بھی، شہرت بھی ہے مقبولیت بھی انسان کے تمام کمالات وجود کے محتاج اور تابع ہیں وجود نہیں تو کچھ بھی نہیں اللہ تعالیٰ نے سورۃ دھر کی ابتدائی آیت میں اس بنیادی احسان کو یاد دلا کر انسان کو اس پر غور کرنے کی دعوت دی ہے۔

هل اتى على الانسان حين من الدهر لم يكن شيئا مذكورا انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج تبثليه فجعلناه سميعا بصيرا¹

ترجمہ: بے شک انسان پر ایک وقت ایسا بھی آچکا ہے جس میں کہ وہ کوئی ایسی چیز نہ تھا جس کا ذکر کیا جاتا ہم نے انسان کو ایک ملے جلے نطفہ سے پیدا کیا تاکہ اسے آزمائیں تو ہم نے اسے سننے دیکھنے والا بنایا۔

سننے دیکھنے اور سمجھنے کی جو قوتیں انسان کو حاصل ہیں ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر اللہ تعالیٰ کا گراں قدر عطیہ ہے کان آنکھیں اور دل حیوانوں کو بھی دیئے گئے ہیں لیکن احسان صرف انسانوں کو جتلیا گیا اور شکر گزاری کا تقاضہ انسان سے ہی ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ حیوان کے کان، آنکھ اور دل اور انسان کے کان آنکھ اور دل کی صلاحیتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے انسان کے دل و دماغ میں سمجھ بوجھ اور عقل و شعور کی جو صلاحیت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے حیوان اس سے محروم ہے یہی وجہ ہے کہ وہ سن سکنے اور دیکھ سکنے کے باوجود اپنے کان، آنکھ، دل اور دوسرے اعضاء سے وہ فائدہ نہیں اٹھا سکتا جو انسان اٹھا سکتا ہے اور اٹھاتا ہے سوچ سمجھ کر اور عقل و فہم کی صلاحیت سے محرومی کے باعث ہی بڑے بڑے حیوان جو طاقت میں انسان سے کئی گنا بڑھ کر ہیں انسان کے تابع بننے پر مجبور ہیں اس لئے درحقیقت انسان کے آنکھ، کان اور دل ہی قابل ذکر ہیں اور انسان ہی اس کا اہل ہے کہ اس سے عبادت اور شکر گزاری کا تقاضہ کیا جائے۔

بات چیت کی جو صلاحیت انسان کے حصہ میں آئی ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے حیوان اس درجہ کی، اس صلاحیت سے بھی محروم ہیں جس درجہ کی انسان کو حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ وہ انسان کی طرح اظہار مافی الضمیر بھی نہیں کر سکتے اور اپنے غم و خوشی کی کیفیات اور اپنے خیالات و ارادوں اور ضروریات سے بھی کسی کو آگاہ نہیں کر سکتے جبکہ اس کے برعکس انسان تین چار سال کی عمر میں بولنے اور اپنی ضروریات کا دوسروں سے تقاضا کرنے لگ جاتا ہے۔

اور جب بڑا ہوتا ہے تو نہ صرف غم و خوشی کی کیفیات اور اپنے خیالات و ارادوں سے دوسروں کو آگاہ کرنے لگتا ہے بلکہ ان کے خیالات اور ان کی ضروریات کے بارے میں آگاہی بھی حاصل کرتا ہے اور

بعض اوقات ایسی سحر بیانی پر قدرت حاصل کر لیتا ہے کہ اپنے بول سے انسانوں کی بڑی تعداد کو مسحور کر کے اپنا گرویدہ بنالیتا ہے اسی صلاحیت کی بنا پر وہ دوسروں کو نفع و نقصان کی بات بتا سکتا ہے اگر حیوانوں کو بھی یہ صلاحیت حاصل ہو جائے تو انسان کبھی اسے اپنا تابع نہ بنا سکے اس سے معلوم ہوا کہ قوت گویائی و بیان اللہ تعالیٰ کی بہت ہی قابل قدر نعمت ہے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

"علّمہ البیان"، اسی نے اس کو بولنا سکھایا۔¹

اسی طرح علم اور اس کے حصول کی صلاحیت انسان پر اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک اہم احسان ہے انسان کی تکریم اور اس کے شرف کا راز اس میں پوشیدہ ہے علم بہت بڑی دولت ہے اگر یہ دولت انسان کو حاصل ہو جائے تو صحیح معنی میں انسان بن جاتا ہے علم انسان کو مہذب بنادیتا ہے جس کی وجہ سے وہ بے علم انسانوں سے بھی ممتاز بن جاتا ہے اگر انسان علم کی دولت سے محروم ہو تو عادات و اطوار کے لحاظ سے اس میں اور حیوانوں میں کوئی فرق نہیں رہتا علم اور جہل کا فرق دنیا میں بھی ملحوظ ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی علم والا اور بے علم نہ دنیا میں ایک جیسے سمجھے جاتے ہیں اور نہ ہی اللہ کے یہاں ارشاد باری ہے۔

عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَم، عِلْمُ الْقُرْآن۔²

ترجمہ: اور انسان کو وہ علم سکھایا جیسے وہ نہ جانتا تھا، اسی نے قرآن سکھایا۔

¹ سورۃ الرحمن، آیت نمبر ۴۔

² سورۃ العلق، آیت نمبر ۵، سورۃ الرحمن، آیت نمبر ۲۔

مندرجہ بالا عنایات الہیہ کا تعلق انسان کی ذات سے ہے انسان پر اللہ تعالیٰ کی عنایات کا سلسلہ لا محدود ہے جو دنیا کی ابتداء اور آدم کے وجود سے لے کر قیامت میں دخول جنت اور جنت کی نعمتوں کے حصول تک دراز ہوتا جاتا ہے اس کا احاطہ اور اس کی تفصیل کا علم انسان کے بس سے باہر ہے۔

عملی تقاضہ یہ ہے کہ جو چیز اعلیٰ اور ممتاز ہو اس کا مقصد بھی اعلیٰ اور ممتاز ہو اور واقعہ بھی یہ ہے کہ اللہ کی مخلوقات میں انسان جتنے اعلیٰ اور ممتاز مقام کا مالک ہے اس کے وجود کا مقصد بھی اتنا ہی اعلیٰ اور اہم ہے۔

در اصل کسی چیز کی قدر و قیمت اس کے مقصد و وجود کے اعتبار سے ہی متعین ہوتی ہے جس چیز کا وجود جتنا زیادہ مفید اور جتنے بڑے مقصد کا حامل ہوتا ہے اس کی اتنی ہی زیادہ قدر و قیمت ہوتی ہے انسان کی اہمیت اور قدر و قیمت اس کے مقصد و وجود کی بلندی سے وابستہ ہے انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اس کے وجود کا مقصد بھی خود اللہ تعالیٰ ہی نے متعین فرمایا ہے کیونکہ یہ اسی کا حق ہے۔

اللہ رب العزت نے کائنات اور اس کی چیزوں کے وجود کی جو اغراض اور مصلحتیں بیان فرمائی ہیں ان کی بنیاد پر پورے عالم کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے یعنی انسان اور خادم آسمان سے لے کر زمین تک انسان کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں بھی پیدا فرمائی ہیں ان سب کے وجود اور تخلیق کا مقصد اس نے انسان ہی کو قرار دیا ہے کائنات کی تمام چیزیں یعنی زمین و آسمان اور جو چیزیں ان میں موجود ہیں وہ سب کی سب انسانی مفاد اور خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔

سورج کی گرم شعائیں ہوں یا چاند کی ٹھنڈی چاندنی، ستاروں کی پرکشش جگمگاہٹ ہو یا بادلوں کا سایہ، بارش ہو یا ہوا، آگ ہو یا پانی، حیوانات ہوں یا نباتات معدنیات ہوں یا پتھر و خاک، پہاڑ ہوں یا

میدان، صحرا ہوں یا سمندر، انسان جانے یا نہ جانے یہ تمام چیزیں اپنے اپنے انداز و لحاظ سے انسانی خدمت گزاری میں مصروف ہیں اور ان سب سے انسانی زندگی کی بقاء و پرورش وابستہ ہے یہی وجہ ہے کہ یہ تمام چیزیں انسان کی تخلیق سے پہلے پیدا کر دی گئی تھیں انسان کو بعد میں پیدا کیا گیا۔

انسان دنیا میں بنیادی حقیقت کا مالک ہے انسان کو عدم سے وجود میں لانا انسان کو خوبصورت اور ممتاز شکل کے ساتھ پیدا کرنا اور اسے عقل و شعور کی دولت سے سرفراز کرنا کائنات کی تمام چیزوں کو اس کی خدمت گزاری میں لگا کر اس کے لئے لاتعداد نعمتوں کا بندوبست کرنا، اسے علوم کا بخشا اور متنوع صلاحیتیں عنایت کرنا اللہ کی طرف سے انسان کے لئے بہت بڑے اعزازات ہیں۔

باب دوم

حقوق انسانی آج کی دنیا میں

حقوق انسانی کی تاریخ

حقوق انسانی کا موضوع اس وقت عالمی غور و فکر کا اہم حصہ ہی نہیں ہے بلکہ آج ایک عالمی مسئلہ بنا ہوا ہے ایسا نہیں کہ حقوق انسانی کا تصور موجودہ دنیا میں ایک نئی فکر کا آغاز ہے یا یہ کہ اس احساس موضوع نے موجودہ دور میں اپنی غیر معمولی حیثیت اور اپنی اہمیت کا احساس دلا کر پورے دنیا کے حساس طبقہ کو اس پہلو پر سوچنے کے لیے مجبور کیا ہے وہ موجودہ مغربی دنیا کی دین ہے جیسا کہ اس کا دنیا کو تاثر دینے کی کوشش کی جا رہی ہے بلکہ حقوق انسانی کا وہ تصور جس کی پامالی کو لے کر آج کی دنیا فکر مند نظر آتی ہے یا بعض طبقہ کی جانب سے اس کی طرف انقلابی اقدامات اٹھائے جانے کے دعوے کیے جا رہے ہیں اس کا تصور ہی اسلام نے پیش کر کے اپنے ابدی اور لازوال پیغام کے ذریعہ پوری دنیا کے انسانوں کے سامنے اس کی ایسی تصویر تھی جس کے سائے میں زندگی کا سفر امن و سکون کی راہ پر گامزن ہو سکتا تھا اور نفرت و عداوت کے علاوہ مذہبی و مسلکی بنیاد پر پیدا شدہ وہ تمام مسائل حل ہو سکتے تھے جنہوں نے انسانی زندگی کو تلخ اور دشوار کن بنا کر رکھ دیا ہے اور یہی نہیں بلکہ تاریخ انسانی کے بے شمار اہم واقعات اس کے ثبوت کے لیے کافی ہیں دنیا کی جن قوموں نے اسلام کے پیش کردہ اس حقیقی تصور کو اپنی زندگی میں لا کر اس سمت قابل قدر اقدامات کیے ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں وہ تبدیلیاں آئیں جس کی نظیر تلاش کر پانا مشکل ہے۔

حقوق انسانی کی تاریخ کافی قدیم اور پرانی ہے بلکہ یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ روز اول سے ہی اللہ رب العزت نے انسانوں کو ایسے حقوق عطا کئے ہیں جن کی ادائیگی اور رعایت انسانوں کو دیگر تمام مخلوقات

سے ممتاز کرتی ہے ان تمام حقوق میں سب سے پہلا حق "حریت نفس" ہے جیسا کہ عظیم مفکر روسو نے ۱۷۵۰ء میں کہا تھا۔

انسان آزاد پیدا ہوا تھا لیکن ہوش سنبھالنے پر اسے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ہر جگہ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ حقوق انسان کی پامالی پر تبصرہ کرتے ہوئے امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر میکلوین نے کہا تھا۔

میرا خیال ہے کہ مدون تاریخ کے کسی بھی عہد میں فرد کو ریاست سے کبھی اتنا سنگین خطرہ لاحق نہیں ہوا، عدلیہ کو انتظامیہ کے مقابلے میں کبھی اتنی بے بسی کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور اس خطرے کو محسوس کرنے اور اس کے تدارک کی تدابیر سوچنے کی اتنی شدید ضرورت پہلے کبھی نہیں پڑی جتنی آج ہے۔¹

انسانی حقوق کا مسئلہ کافی پرانا ہے انسان اور انصاف کے بارے میں افلاطون اور ارسطو کے ان تصورات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یورپ کے سرچشمہ ہدایت یونان میں بنیادی انسانی حقوق کی کیا کیفیت ہو گی رابرٹ ڈیوی نے یونانیوں کے ان افکار و نظریات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

تین لاکھ غلاموں اور ۹۰ ہزار نام نہاد آزاد شہریوں کے شہر میں بیٹھ کر افلاطون نے کیسے کیسے شاندار اور پر شکوہ الفاظ میں "آزادی" کے گن گائے ہیں۔²

یونان میں غلاموں کی حیثیت حیوان ناطق سے زیادہ نہ تھی ان کا شمار انسانوں میں نہیں تھا وہ تمام حقوق سے یکسر محروم تھے ان کا کام بس اپنے آقاؤں کی چاکری تھا اس صورت حال کے خلاف سب سے پہلے رواقیوں (Stoics) نے آواز اٹھائی۔ اس مدرسہ فکر کے بانی زینو (Zeno) نے انسانی مساوات پر زور دیا

¹ McIlwain Charle. Howard. Constitutionalism Great Seal Book, New York. B (1947), p.140.

² Dewey Robert E. "Freedom" The Macmillan Co London

اور فطری قانون (Natural Law) کا نظریہ پیش کیا اس نظریہ کے مطابق فطری قانون آفاقی ہے اس کا اطلاق کسی خاص ریاست کے شہریوں ہی پر نہیں بلکہ ہر انسان پر ہوتا ہے یہ قانون موضوعہ (Positive Law) سے برتر قانون ہے اور انصاف کے ان بنیادی اصولوں پر مبنی ہے اس قانون کے تحت حاصل ہونے والے فطری حقوق کسی خاص ریاست کے مخصوص شہریوں تک محدود نہیں بلکہ کسی بھی جگہ رہنے والا ہر انسان محض انسان اور ذی عقل انسان ہونے کی حیثیت سے اس کا مستحق ہے۔¹

سردار اس کے ہم عصر قانون سازوں نے اپنے وضع کردہ قوانین میں انفرادی ملکیت کے حق کو بطور خاص تحفظ دیا اس سے ایک طرف فرد کی اہمیت تسلیم کی گئی اور دوسری طرف بنیادی حقوق کی تعریف کے لیے ایک بنیاد فراہم ہو گئی ایسا سمجھا جاتا ہے بنیادی حقوق کی جدوجہد کا اصل آغاز گیارہویں صدی میں برطانیہ میں ہوا جہاں ۱۰۳۷ء میں شاہ کانریڈ ثانی (Conrad II) نے ایک منشور جاری کر کے پارلیمنٹ کے اختیارات متعین کیے اس منشور کے بعد پارلیمنٹ نے اپنے اختیارات میں توسیع کی کوشش شروع کیں ۱۱۸۸ء میں شاہ الفانسو نہم (Alfanzo IX) سے جس بیجا اصول تسلیم کر لیا گیا۔ ۱۵/جون ۱۲۱۵ء کو "میگنا کارٹا" جاری ہوا جسے آزادی کا منشور قرار دیا گیا اس میں کوئی شک نہیں کہ "میگنا کارٹا" برطانیہ میں بنیادی حقوق کی اہم ترین اور تاریخی ساز دستاویز بن کر ابھری، لیکن اس کا یہ مفہوم بہت بعد میں اخذ کیا گیا، اس وقت اس کی حیثیت امر اور شاہ جہاں کے درمیان ایک معاہدہ کی سی تھی جس میں اس کے مفادات کا تحفظ کیا گیا تھا اس منشور میں نہ تو عوام کے حقوق کا ذکر تھا اور نہ ہی ان کے حقوق کے تحفظ کے لئے کوئی واضح تجویز تھی، دراصل اس سمت میں اہم پیش قدمی ۱۳۵۵ء میں ہوئی، جب برطانوی پارلیمنٹ نے "میگنا کارٹا" کی

¹ Cranston M. "Human Rights Today" London (1964), p9.

توثیق کرتے ہوئے قانونی چارہ جوئی کا بل منظور کیا، جس کے تحت کسی بھی شخص کو عدالتی کارروائی کے بغیر زمین سے بے دخل یا قید نہ تو کیا جاسکتا تھا اور نہ ہی اسے سزائے موت دی جاسکتی تھی اس کے بعد چودھویں صدی سے لیکر سولھویں صدی تک یورپ پر "میگڈنکارٹا" کے نظریات ہی غالب رہے جس نے آمریت کو استحکام بخشا، اور بادشاہوں کے ہاتھ مضبوط کئے۔¹

سترھویں صدی میں انسان کے فطری حقوق کا نظریہ پھر پوری قوت سے ابھرا اور برطانوی پارلیمنٹ نے "جس بے جا" کو قانونی منظوری دے دی جسے آزادی کی تکمیل قرار دیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے ذریعہ بنیادی حقوق کا واضح تعین کر دیا گیا ۱۶۹۰ء میں جان لاک JON-LOCKE نے ایک کتاب تصنیف کی جس میں انھوں نے معاہدہ عمرانی کا نظریہ پیش کرتے ہوئے فرد کے حقوق پر بڑی تفصیل سے بحث کی اسی پس منظر میں مشہور فرانسیسی مفکر روسو Rousseau نے معاہدہ عمرانی کے نام سے ہی ایک کتاب مرتب کی جس میں جان لاک کی کھلی تائید تھی اس کے بعد ۱۲/جون ۱۷۷۶ء میں امریکی ریاست ورجینا سے جارج میسن George Mason کا تحریر کردہ منشور حقوق جاری ہوا جس میں پریس کی آزادی، مذہب کی آزادی عدالتی چارہ جوئی کے حق کی ضمانت دی گئی، ۱۲/جولائی ۱۷۷۶ء میں خود امریکہ کی طرف سے آزادی کا اعلان جاری ہوا جس کے بیشتر اصول جان لاک کے نظریات کی تائید پر مبنی تھے اس اعلان کے ابتدائی حصہ میں صاف لفظوں میں یہ واضح کیا گیا تھا کہ تمام انسان یکساں پیدا کئے گئے ہیں، انہیں ان کے خالق نے غیر منفک حقوق عطا کئے ہیں جن میں تحفظ زندگی، آزادی اور تلاش مسرت کے حقوق شامل

¹ Henry Marsh "Documents of Liberty" David & Charles New Town Abbot, England (1971), p51.

ہیں ۱۷۷۹ء میں امریکی کانگریس نے آئین کی نفاذ سے تین سال بعد داس میں وہ دس ترمیمات منظور کیں جو قانون حقوق کے نام سے مشہور ہیں اسی سال فرانس کے قومی اسمبلی نے منشور انسانی حقوق منظور کیا جس نے اہل مغرب کے خیالات پر گہرے اثرات مرتب کئے اور حقوق انسانی کے تحفظ کے جدوجہد کو آگے بڑھانے میں اہم رول ادا کیا ۱۸۶۸ء میں امریکی دستور کی چودھویں ترمیم منظور کی گئی جس میں کہا گیا کہ کوئی بھی قانون ضابطہ کی تعمیل کئے بغیر اس کی جان آزادی اور املاک میں محروم نہیں کرے گی اور نہ اسے قانون کا مساوی تحفظ فراہم کرنے سے انکار کرے گی اس طرح مغرب کے پیش کردہ "حقوق انسانی" کے تصور کی ایک مکمل داستان رہی ہے حتیٰ کہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۱۰/دسمبر ۱۹۴۸ء کو "حقوق انسانی" کے عالمی منشور کا اعلان کیا۔

حقوق انسانی کا اسلامی تصور

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اس سمت میں سب سے پہلی پیش رفت اسلام کی رہی جس کو حجۃ الوداع کے موقع پر محسن انسانیت محمد ﷺ کی زبانی پیش کی گئی جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔
اس تاریخی موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا۔

ساری تعریفیں صرف اللہ ہی کے لیے ہیں ہم اس کی حمد کرتے ہیں اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اسی سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور اس کے حضور اظہارِ ندامت کرتے ہیں ہم اپنے دلوں کی فتنہ انگیزیوں اور اپنے اعمال کی برائیوں کے مقابلے میں اس کی پناہ مانگتے ہیں جسے اللہ سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق دے اسے کوئی رہ راست پر نہیں چلا سکتا۔

اور میں اعلان کرتا ہوں اس حقیقت کا کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں اعلان کرتا ہوں اس حقیقت کا کہ محمد ﷺ اس کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔
میں آغازِ کلام اس بات سے کرتا ہوں جو باعثِ خیر ہے۔

أيها الناس اسمعوا قولي فإني لا أدرى لعلي لا ألقاكم بعد عامي هذا بهذا الموقف أبدا¹۔
لوگو میری بات سن لو! کیونکہ میں نہیں جانتا غالباً اپنے اس سال کے بعد اس مقام پر تم سے کبھی نہ مل سکوں گا۔

فخطب الناس وقال ان دماءكم واماواکم حرام علیکم کحرمة یومکم هذا فی شہرکم هذا فی بلدکم هذا الاکل شئ من امر الجاهلیة تحت قدمی موضوع ودماء الجاهلیة موضوعة وان اول دم اضع من

¹ ابن ہشام، عبد الملک ابو محمد، المعافری، السیرۃ النبویہ، جلد دوم، ص ۶۰۳، مطبع مصر۔

دمآثنا دم ابن ربيعة بن الحارث كان مسترضعا في بني سعد فقتلته هذيل وربا الجاهلية موضوعة واول ربا اضع ربا ثاربا عباس بن عبد المطلب فانه موضوع كله فاتقوا الله في النساء فانكم اخذتموهن بامان الله واستحلتم فروجهن بكلمة الله ولكم عليهن ان لا يوطئن فروشكم احدا تكرهونه فان فعلن ذلك فاضربوهن ضربا مبرح ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف وقد تركت فيكم ما لن تضلوا بعده ان اعتصمتم به كتاب الله وانتم تسألون عني فاما انتم قاتلون قالوا انشهد انك قد بلغت واديت و نصحت فقال باصبه السبابة يرفعها الى السماء وينكتها الى الناس اللهم اشهد اللهم اشهد ثلث مرات¹

ترجمہ: تمہارا خون اور تمہارا مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارے آج کے دن کی رواں مہینے کی اور موجودہ شہر کی حرمت ہے سن لو جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روند دی گئی جاہلیت کے خون بھی ختم کر دیئے گئے اور ہمارے خون میں سے پہلا خون جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ ربيعة بن حارث کے بیٹے کا خون ہے یہ بچہ بنو سعد میں دودھ پی رہا تھا کہ اسی ایام میں قبیلہ ہذیل نے اسے قتل کر دیا اور جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا اور ہمارے سود میں سے پہلا سود جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے اب یہ سارا کا سارا سود ختم ہے ہاں عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے ساتھ لیا ہے اور اللہ کے کلمہ کے ذریعہ حلال کیا ہے ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جو تمہیں گوارا نہیں اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں مار سکتے ہو لیکن سخت مار نہ مارنا اور تم پر ان کا حق یہ ہے کہ تم انہیں معروف کے ساتھ کھلاؤ اور پہناؤ، اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو اس کے بعد ہر گز گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔

¹ الصحیح مسلم، "کتاب الحج"، باب حجۃ النبی ﷺ، جلد اول، ص ۳۹۔

اور تم سے میرے متعلق پوچھا جانے والا ہے تو تم لوگ کیا کہو گے صحابہ نے کہا ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپؐ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا اور خیر خواہی کا حق ادا فرمادیا۔ یہ سن کر آپؐ نے انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے تین بار فرمایا اے اللہ گواہ رہ۔

تم میں اللہ کے نزدیک معزز وہ ہے جو زیادہ تقویٰ شعار ہے۔

عن ابی نضرۃ حدثنی من سمع خطبۃ رسول اللہ ﷺ فی وسط ایام التشریق فقال یا ایہا الناس ألا ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل تعربی علی اجمعی ولا تعجمی علی عربی ولا لا حمر علی اسود ولا اسود اعلی احمر الا بالتقویٰ¹۔

ترجمہ: مجھ سے بیان کیا اس شخص نے جس نے ایام تشریق کے درمیان آپؐ کا خطبہ سنا! آپؐ نے ارشاد فرمایا! اے لوگوں آگاہ ہو جاؤ بلاشبہ تمہارا رب ایک ہے تمہارے باپ ایک ہیں نہ کسی عربی کو عجمی پر فوقیت ہے اور نہ کسی عجمی کو عربی پر اور نہ کسی گورے کو کالے پر اور نہ کسی کالے کو گورے پر مگر تقویٰ کی بنیاد پر۔

یہ ہیں حضور ﷺ کی زبانی پیش شدہ اسلامی منشور کا جائزہ جس کا ایک ایک لفظ اس بات کے ثبوت کے لیے کافی ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں زمانہ جاہلیت کی تمام تر غیر انسانی حرکتوں کے خلاف جس مہم کا آغاز ہوا اور خالص انسانی رشتے کی بنیاد پر دنیا میں بسنے والے عام انسانوں کو ان کی ذمہ داریوں اور حقوق سے آگاہ کر کے عام انسانی زندگی میں اصلاحی تبدیلی لانے کی کوشش کی، نہ تو دنیا اس کا تصور کر سکتی ہے

اور نہ ہی ان کے لیے ان کی مثال پیش کرنا آسان ہوگا، اس لیے بلا تردد کہا جاسکتا ہے کہ اسلام ہی حقوق انسانی کا سچا علمبردار ہے۔

تاہم اتنا ضرور تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ موجودہ دنیا نے "حقوق انسانی" کے اس تصور کو ایک بار پھر عملی شکل میں لانے کی کوشش کر کے دنیا کو تباہی و بربادی کے دلدل میں پھسنے سے بچانے کی فکر کی ہے اور اس سمت میں جو قدم بڑھایا ہے اسے موجودہ عالمی سطح پر دنیا کے جو حالات ہیں اور طاقت و قوت کے زور پر "حقوق انسانی" کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ہر جبار و جابر کمزوروں پر ظلم و زیادتی کی جو روایت چلی ہوئی ہے اور طاقت ور ممالک کمزور ممالک کو جس طرح ظلم و تشدد کا نشانہ بنا کر ان سے ان کے جائز حقوق سلب کر رہے ہیں وہ ہر کسی کے لیے افسوس کا باعث ہے۔

انسانی حقوق کے بارے میں مغربی دانشوران کی طرف سے یہ تصور دیا جانا کھلی ناانصافی اور تاریخی سچائی کو جھٹلانے کے مترادف ہوگا کہ اس کا جو احساس آج ہے اس سے پہلے موجود نہیں رہا اور دنیا کے کسی قوم نے اس سمت میں ایسی کوئی پیش رفت نہیں کی تھی جس کو قابل قبول قرار دیا جاسکے حالانکہ خود مغربی دنیا بھی یہ ماننے پر مجبور ہے کہ اسلام کی آمد سے قبل دنیا ضلالت و گمراہی اور ذلت کے جس ماحول میں اپنی زندگی کا سفر طے کر رہی تھی اور اس دور کے انسانوں میں ظلم و زیادتی کا جو عام ماحول بن چکا تھا وہ ناقابل فراموش ہیں قتل و غارت گری ظلم و زیادتی، تشدد علاقائی عنصیت، خاندانی منافرت، آپسی ٹکراؤ، برادرانہ ظلم و زیادتی یہ ایسے امور تھے جنہوں نے اس دور کے انسانوں کی زندگی کو تلخ بنا دیا تھا مگر اسلام نے اپنی آمد کے بعد جب ان حالات کا جائزہ لیا اور اپنی آنکھوں سے اس منظر کو دیکھا تو نہ صرف اس صورت حال کو عام انسانوں کے پر امن مستقبل کے لیے نقصان دہ قرار دیا، بلکہ بے باکانہ انداز میں اس کی مخالفت کرتے ہوئے

عام انسانوں کو ایک دوسرے سے جڑنے اور ان کو ان کے حقوق اور ذمہ داریوں کا احساس دلانے کے لیے موثر اقدامات کیے جس کا منظر پوری دنیا نے دیکھا چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔

ان کا یہ پیغام دراصل عام انسانوں کو جھنجھوڑنے اور ان کو اپنی اصلی حیثیت کا احساس دلانے کی ایک مثبت کوشش تھی جسے تاریخ انسانی کا انقلابی دور تسلیم کیا جاتا ہے کیوں کہ محمد ﷺ کے اس پیغام نے ہر شخص کو نہ صرف سوچنے پر مجبور کر دیا بلکہ انہوں نے اپنی وہ تمام کمزوریاں دور کرنے پر آمادگی ظاہر کی جس سے ان کی زندگیاں تلخ ہو گئی تھیں۔

حقوق انسانی کا سب سے اہم تصور قرآن کریم کے اس ارشاد سے بھی واضح ہوتا ہے جس میں اللہ رب العزت نے صاف طور پر ارشاد فرمایا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ^۱

ترجمہ: اے لوگوں! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہارے طبقات اور قبیلے بنا دیے تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو بیشک اللہ کے نزدیک تم میں عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو بے شک اللہ سب کچھ جانتا اور باخبر ہے۔

یہ آیت کریمہ اس وضاحت کے لئے کافی تھی انسان کی بحیثیت انسان کوئی انفرادیت نہیں ہے بلکہ ہر شخص اپنے خالق کی نظر میں قدر داں ہے اور اللہ کی مخلوق ہونے کی وجہ سے ان کی قدر دانی اور ان کے

حقوق کے بقاء اور تحفظ کے لئے کوشش کی انسانی ذمہ داری ہے جس سے کسی کو بھی مستثنیٰ قرار نہیں دیا جاسکتا ہاں اتنا ضرور ہے کہ جس کی زندگی اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق ہو اس کی عزت و قدرو منزلت اللہ کی نظر میں بڑھ جاتی ہے اور اسے اس عزت کا ملنا اس کے انسان ہونے کی بنیاد پر نہیں بلکہ اچھے اعمال پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے ہے۔

اس طرح اسلام نے تمام قسم کے امتیازات، ذات، پات، زبان۔ رنگ و نسل، حسب و نسب، مال و دولت، پر مبنی تعصبات کو جڑ سے اکھاڑ کر تاریخ میں پہلی مرتبہ تمام انسانوں کو ایک دوسرے کے ہم پلہ قرار دیا اور یہ واضح کر دیا کہ خواہ کوئی امیر ہو یا غریب سفید ہو یا سیاہ مشرقی ہو یا مغربی مرد ہو یا عورت اور چاہے وہ کسی بھی لسانی یا جغرافیائی علاقے سے تعلق رکھنے والے ان کے ساتھ کوئی تفریق نہیں کی جاسکتی انسانی مساوات کی اس سے بڑی مثال کیا ہو سکتی ہے کہ اسلام نے دنیا کے مختلف ملکوں، نسلوں اور زبانوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو ایک انسانی لڑی میں پرو کر ان کو ان کی حیثیت کا احساس دلادیا۔

اسلام نے انسانی حقوق کے تصور کا دائرہ یہیں تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس سے ایک قدم اور آگے بڑھ کر انہوں نے عالم انسانیت کو مذہبی، اخلاقی، معاشی و معاشرتی اور سیاسی شعبہ زندگی میں بے شمار حقوق عطا کئے۔

اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی حقوق اور آزادیوں کے بارے میں اسلام کا تصور آفاقی اور یکساں نوعیت کا ہے جو زمان و مکان کی تاریخ اور جغرافیائی حدود سے ماوراء ہے۔

الغرض انسانی حقوق کے سلسلے میں اسلام کا جو مجموعی تاثر رہا ہے اس کے برعکس کوئی اور مثال پیش نہیں کی جاسکتی ہے لیکن افسوس کا دل شکن پہلو یہ بھی ہے کہ موجودہ مغربی دنیا نے جہاں اسلام کی دوسری

تعلیمات کو تنقید کا نشانہ بنا کر اس کے حقیقی چہرہ پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی وہیں اس موضوع پر بھی اس کا رول افسوس ناک رہا مغربی دنیا نے عالمی منظر نامے میں اپنا یہ تاثر پیش کیا اور دنیا کو یہ سمجھانے کی کوشش کی حقوق انسانی کی وہ تصویر جو اس وقت نظر آتی ہے اور اس کے تحفظ اور اس کی بازیابی کے لئے جس طرح پوری دنیا کا سنجیدہ طبقہ اس کے لیے فکر مند نظر آتا ہے وہ دراصل اسی کی دین ہے اور وہی اس کا حقیقی علمبردار ہے حالانکہ اس کا نہ تو سچائی سے کوئی واسطہ ہے اور نہ واقعہ بت سے کوئی تعلق چونکہ اس حقیقت کو بہر حال نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ ماقبل کی وضاحتوں سے یہ معلوم ہو گیا کہ حقوق انسانی کا تصور اسلام نے اس وقت پیش کر دیا تھا جب کہ اس کے لفظ سے بھی لوگ ناواقف تھے اور اس حوالے سے مغربی دنیا پر وپیگنڈہ کر رہی تھی وہ تو ماضی کے چند سال قبل کی پیداوار ہے جن کا تصور مغرب کے ذہن میں پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے سبب ہوئی تباہی کے بعد پیدا ہوا۔

انسانی حقوق بنی نوع انسان کے حقوق اور آزادیوں سے عبارت ہے اصطلاحی طور پر انسانی حقوق کا استعمال نسبتاً نیا ہے اور دوسری جنگ عظیم اور ۱۹۴۵ء اقوام متحدہ کی تاسیس کے وقت سے متداول ہے یہ اصطلاح فطری حقوق کے متبادل کے طور پر وجود میں آئی جو اس بنا پر متنازع فیہ بن گئی کہ آدمیوں کے حقوق کی مترادف اصطلاح کا اطلاق عالمی سطح پر عورتوں کے حقوق پر رائج نہیں ہو سکتا تھا لہذا یہ دیر تک رائج نہ رہ سکی۔

اقوام متحدہ کا منشور انسانی حقوق

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۱۰/دسمبر ۱۹۴۸ء کو انسانی حقوق سے متعلق جس عالمی منشور کا اعلان کیا تھا وہ گویا اس ضمن میں انسانی کوششوں کی معراج ہے یہ منشور ۳۰ دفعات پر مشتمل ہے جو حسب ذیل ہے۔

- ۱۔ تمام انسان آزاد پیدا ہوئے ہیں اور وقار و حقوق کے معاملے میں مساوی الحیثیت ہیں۔
- ۲۔ ہر فرد نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب، سیاسی یا دوسرے نظریات قومی و سماجی حیثیت، املاک، پیدائش یا کسی اور حیثیت یا اور کسی بھی قسم کے امتیاز کے بغیر اس منشور میں صراحت کردہ تمام حقوق اور آزادیوں کا مستحق ہوگا۔
- ۳۔ ہر فرد کو زندہ رہنے، آزاد رہنے اور اپنی جان کی حفاظت کرنے کا حق حاصل ہے۔
- ۴۔ کسی بھی شخص کو نہ غلام بنایا جائے گا اور نہ محکوم رکھا جائے غلامی اور غلاموں کی تجارت کی ہر شکل ممنوع ہوگی۔
- ۵۔ کسی بھی شخص کو تشدد، ظلم و ستم، غیر انسانی اور توہین آمیز سلوک یا سزا کا نشانہ نہیں بنایا جاسکے گا۔
- ۶۔ ہر فرد کو قانون کی نظر میں بحیثیت فرد ایک تسلیم شدہ حیثیت حاصل ہوگی۔
- ۷۔ قانون کی نگاہ میں سب کی حیثیت مساوی ہوگی اور کسی امتیاز کے بغیر یکساں قانونی تحفظ حاصل ہوگی۔
- ۸۔ ہر فرد کو آئین یا قانون کے ذریعہ ملنے والے بنیادی حقوق کے منافی قوانین کے خلاف بااختیار قومی ٹریبونل کے ذریعہ مؤثر چارہ جوئی کا حق حاصل ہوگا۔

۹۔ کسی شخص کو بلا جواز گرفتاری، نظر بندی یا جلا وطنی کی سزا نہیں دی جاسکے گی۔

۱۰۔ ہر شخص کو اپنے بنیادی حقوق و فرائض کے تعین یا اپنے خلاف عائد کردہ الزامات سے برأت کے لیے آزاد و خود مختار اور غیر جاندار ٹریبونل میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا یکساں حق حاصل ہوگا۔

۱۱۔ کسی تعزیری جرم کی صورت میں ہر فرد کو اس وقت تک بے قصور سمجھنے جانے کا حق حاصل ہوگا جب تک ایسی کھلی عدالت میں اسے قانون کے مطابق جرم ثابت نہ کر دیا جائے جہاں اسے اپنی صفائی کی تمام ضمانتیں فراہم کی گئی ہوں۔¹

کسی فرد کو کسی ایسے ارادی یا غیر ارادی فعل کی بنا پر قابل تعزیر جرم کا مرتکب قرار نہیں دیا جاسکتا جو فی الواقع قومی یا بین الاقوامی قانون کے تحت قابل تعزیر نہ ہو۔

۱۲۔ کسی فرد کی خلوت، گھریلو زندگی خاندانی امور اور خط و کتابت میں مداخلت نہیں کی جائے گی اور نہ اس کی عزت و آبرو پر حملہ کیا جائے گا۔

۱۳۔ ہر فرد کو اپنی حدود ریاست میں نقل و حرکت اور رہائش کی مکمل آزادی حاصل ہوگی ہر فرد کو بیرون ملک جانے اور اپنے ملک واپس آنے کا حق حاصل ہوگا۔

۱۴ (الف)۔ ہر فرد کو ظلم و تشدد سے بچنے کے لیے دوسرے ممالک میں پناہ لینے کا حق حاصل ہوگا۔

(ب)۔ غیر سیاسی جرائم یا اقوام متحدہ کے اصول و مقاصد کے منافی اعمال کے سلسلہ میں مقدمات سے

بچنے کے لیے یہ حق قابل استعمال نہیں ہوگا۔

۱۵ (الف)۔ ہر فرد کو شہریت حاصل کرنے کا حق ہوگا۔

¹ بنیادی حقوق، محمد صلاح الدین، ص ۸۱، مطبوعہ تاج آفیسٹ پریس دہلی، ۱۹۷۹ء۔

(ب)۔ کسی فرد کو بلا جواز اس کی شہریت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ شہریت کی تبدیلی کا حق سلب کیا جائے گا۔

۱۶۔ ہر فرد کو تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہوگا، کسی کو بلا جواز اس کی ملکیت سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

۱۷۔ ہر فرد کو فکر و خیال، ضمیر اور عقیدے کی آزادی حاصل ہوگی اور اس حق میں تبدیلی عقیدہ، اظہار عقیدہ اور عبادت کا حق بھی شامل ہے۔

۱۸۔ ہر فرد کو اظہار خیال کی آزادی کا حق حاصل ہے اور اس میں کسی مداخلت کے بغیر کوئی بھی رائے رکھنے کسی بھی ذریعہ سے سرحدوں کا لحاظ کئے بغیر خیالات و معاملات حاصل کرنے اور پہنچانے کا حق بھی شامل ہے۔

۱۹۔ ہر فرد کو پرامن اجتماع و تنظیم کا حق حاصل ہے، کسی کو کسی خاص تنظیم سے وابستہ ہونے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

۲۰۔ ہر فرد کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا منتخب نمائندوں کے ذریعہ شرکت کا حق ہے ہر فرد کو اپنے ملک کی سرکاری ملازمت کے حصول کا مساوی حق حاصل ہے۔

حکومت کے اختیار کی اصل بنیاد عوام کی خواہش و مرضی پر ہوگی جس کا اظہار انتخابات کے ذریعہ آزادانہ رائے شماری اور خفیہ رائے دہی کی صورت میں ہوگا۔

۲۱۔ ہر فرد کو اپنی باوقار زندگی اور تعمیر شخصیت کے لیے سماجی تحفظ کا حق ہوگا اور قومی مساعی اور بین الاقوامی تعاون کے ذریعہ اور ہر ریاست کے وسائل کے مطابق، معاشی معاشرتی اور ثقافتی حقوق کا مستحق ہوگا۔

۲۲۔ ہر فرد کو کام کرنے اپنی پسند کا پیشہ منتخب کرنے بہتر اور منصفانہ شرائط کار حاصل کرنے اور بے روزگاری سے تحفظ پانے کا حق ہوگا۔

ہر فرد کو بلا امتیاز اور یکساں کام کی یکساں اجرت ملے گی۔

ہر فرد کو بہتر اور منصفانہ معاوضہ حاصل کرنے کا حق ہے جو اس کی ذات اور اس کے خاندان کے لیے باعزت زندگی بسر کرنے ضمانت فراہم کر سکے اور ضروری ہو تو اس کے سماجی تحفظ کے لیے کچھ دوسرے ذرائع بھی مہیا کئے جائے۔

ہر فرد کو اپنے مفادات کے لئے یونین بنانے اور ان میں شامل ہونے کا حق حاصل ہوگا۔

۲۳۔ ہر فرد کو راحت و آرام تفریح، اوقات کار کے معقول تعین اور تنخواہ کے ساتھ چھٹیوں کا حق حاصل ہوگا۔

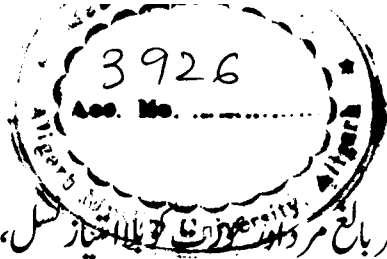
۲۴۔ ہر فرد کو اپنی اور اپنے اہل خاندان کی صحت و خوشحالی کے لیے معقول معیار زندگی برقرار رکھنے کا حق حاصل ہے جس میں خوراک، لباس، رہائش، طبی امداد، ضروری سروس، بیروزگاری، بیماری، معزوری، بیوگی، بڑھاپے اور اس نوعیت کے دوسرے حالات میں تحفظ حاصل ہوگا۔

۲۵۔ ہر فرد کو حصول تعلیم کا حق حاصل ہے۔

تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی مکمل تعمیر اور انسانی حقوق و آزادیوں کے احترام کو مستحکم بنانا ہوگا، والدین کو اپنے بچوں کے لیے نوعیت تعلیم کے انتخاب کا حق حاصل ہوگا۔

۲۶۔ ہر فرد کو معاشرہ ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، علوم و فنون سے لطف اندوز ہونے اور سائنسی، ادبی، یا

فنی تحقیقات کے اخلاقی و مادی ثمرات کے تحفظ کا حق حاصل ہوگا۔



۲۷۔ ہر بالغ مرد و عورت کو بلا امتیاز نسل، شہریت یا شادی کرنے اور گھر بسانے کا حق حاصل ہوگا، شادی زن و شوہر کی آزادانہ مرضی و منظوری سے ہوگی۔

خاندان، معاشرہ کا بنیادی اور فطری یونٹ ہے جو ریاست اور معاشرہ کی طرف سے مکمل تحفظ کا مستحق ہے۔

۲۸۔ ہر فرد ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی ماحول میں زندگی بسر کرنے کا مستحق ہے جس میں منشور کے ان حقوق اور آزادیوں سے بہرہ اور ہونے کی ضمانت ہو۔

۲۹۔ ہر فرد پر اس معاشرے کی طرف سے ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں جس میں رہ کر ہی اس کی شخصیت کی آزادی اور مکمل نشوونما ممکن ہے۔

اپنے حقوق اور آزادیوں کے سلسلے میں ہر شخص صرف قانون کی عائد کردہ ان پابندیوں کے دائرہ میں رہے گا جن کا مقصد دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کے احترام کو یقینی بنانا ہے۔

ان حقوق اور آزادیوں کو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے منافی استعمال نہیں کیا جاسکتا۔
۳۰۔ اس منشور کے کسی بھی حصے کی ایسی تعبیر نہیں کی جاسکے گی جس کا مقصد کسی بھی ریاست گروپ یا فرد کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے کا حق دلانا ہو جس کے ذریعہ وہ ان متعین حقوق اور آزادیوں ہی کا صفایا کر دے۔

اس منشور میں جن حقوق اور آزادیوں کا اعلان کیا گیا ہے انہیں بعد میں دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک فہرست میں معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق کو یکجا کر دیا گیا اور دوسری فہرست میں شہری اور ریاستی

حقوق کو، جنرل اسمبلی نے ۱۹۶۶ء میں ان دونوں عہد ناموں کو منظوری دی اور رکن ریاستوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا کہ جو ملک رضاکارانہ طور پر ان حقوق کو تسلیم کرتا ہو وہ ان عہد ناموں پر دستخط کر دے۔

اقوام متحدہ کے کمیشن برائے انسانی حقوق نے اس سلسلہ میں مزید کچھ کام کیا ہے ۱۹۵۹ء میں اس نے بچوں کے حقوق سے متعلق اور ۱۹۶۳ء میں نسلی امتیاز کے انسداد کے لئے ایک اعلان جاری کیا۔ جنرل اسمبلی نے ۱۹۴۸ء میں نسل کشی کی روک تھام کے لیے ۱۹۵۱ء میں مہاجرین اور جلاوطن لوگوں کے تحفظ کے لیے ۱۹۵۲ء میں خواتین کے سیاسی حقوق کے لیے ۱۹۵۷ء میں شادی شدہ عورتوں کی قومیتوں کے تعین کے لیے ۱۹۵۱ء میں غلامی کے مکمل انسداد اور خاتمہ کے لیے ۱۹۶۵ء میں جنوبی افریقہ میں نسلی امتیاز کی مذمت کے لیے مختلف عہد نامے اور قراردادیں منظور کیں۔

اقوام متحدہ کے خصوصی اداروں مثلاً بین الاقوامی ادارہ محنت (I.L.O) یونیسکو بین الاقوامی ادارہ مہاجرین (I.R.O) اور ہائی کمشنر برائے مہاجرین نے بھی اپنے اپنے دائرہ عمل میں انسانی حقوق کے تعین و تحفظ کے لیے قابل ذکر کام کئے ہیں۔¹

¹ بنیادی حقوق، محمد صلاح الدین، ص ۸۶، مطبوعہ تاج آفسٹ پریس، دہلی، ۱۹۷۹ء۔

انسانی حقوق اور اقوام متحدہ

انسانی حقوق کے جدید منظر نامے میں اقوام متحدہ کا بنیادی رول رہا ہے اور اس حوالہ سے انہوں نے ایسے اقدامات کئے ہیں جنہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا اقوام متحدہ کے منشور میں انسانی حقوق کا خیال رکھتے ہوئے اس کے متن میں انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام کا بار بار اس انداز سے اعادہ کیا گیا ہے کہ اگر عالمی طور پر اسکو عملی شکل میں ڈھال لیا جائے تو دنیا کی بد امنی کا فوری حل سامنے آسکتا ہے۔

چونکہ اس کے اندر پوری وضاحت کے ساتھ یہ بات درج ہے کہ اقوام عالم کے مابین برابری کے حقوق اور عوام کے خود ارادیت کی بنیاد پر باہمی دوستانہ تعلقات قائم کیے جائیں اور اس کے حصول کے لیے بین الاقوامی تعاون کا ماحول بنایا جائے ظاہر سی بات ہے کہ اس میں اسی وقت کامیابی مل سکتی ہے جب انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کو بلا امتیاز نسل، جنس، زبان اور مذہب فروغ حاصل ہو گا اقوام متحدہ کی جانب سے پیش کردہ منشور کے تحت انسانی حقوق کے فروغ کی ذمہ داری جنرل اسمبلی پر عائد کی گئی اور اس کے انسانی حقوق ایک ایسا کمیشن تشکیل دیا گیا جو انسانی حقوق کے میدان میں ذمہ دارانہ رول نبھاسکیں اس کمیشن کی سرگرمی زیادہ تر تصوراتی قدر پیمائی اور مشاورتی نوعیت کی ہے اس کے تحت سالانہ مجلس عاملہ گروپ کا قیام عمل میں آتا ہے تاکہ مبینہ سنگین انسانی حقوق کے خلاف ورزیوں کی نشاندہی کر کے سفارشات پر غور و خوض کرتے ہوئے انہیں پیش کیا جائے۔

انسانی حقوق پر کمیشن نے اقوام متحدہ کی دیگر تنظیمات آئی۔ ایل۔ او (I.L.O) اور یونیسکو

United Nations Educational, Scientific and Cultural-Organization کے ساتھ

مل کر حقوق انسانی کے تحفظ کے لیے قوانین بنائے ہیں ان میں سے اہم انسانی حقوق کا عالمی ڈکلیئریشن

Universal Declaration of Human Right, 1948.

سول اور سیاسی حقوق کا بین الاقوامی معاہدہ

International Covenant on Civil and Political Right

اور اقتصادی معاشی اور ثقافتی حقوق کا بین الاقوامی معاہدہ ان سب کو اجتماعی طور پر "انٹرنیشنل بل آف رائٹس

کے نام سے جانا جاتا ہے۔

یہ تینوں قوانین اقوام متحدہ کے منشور کی انسانی حقوق کی شقوں کی تشریح و تعبیر کے لیے بنیادی

راہنمائی فراہم کرتے ہیں۔¹

¹ اسلام میں انسانی حقوق، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، اشاعت ۲۰۰۷ء، ص ۹۴، ناشر، مکتبہ رضویہ۔

حقوق انسانی کے مغربی اور اسلامی تصور کے امتیازات

حقوق انسانی کے متعلق ماقبل میں پیش کی گئی اسلامی اور مغربی منشور کی تفصیلات کا جائزہ لینے کے بعد یہ بھی صاف واضح ہوتا ہے کہ ان دونوں میں ایسے چند امتیازات ہیں جن سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔

مثلاً

مغرب میں بنیادی حقوق کا دائرہ صرف فرد اور ریاست کے تعلقات تک محدود ہے وہاں ان حقوق کو بنیادی قرار دیا جاتا ہے جو ریاست کے وسیع اختیارات کے مقابلے میں ایک شہری کو حاصل ہوتے ہیں وہاں فرد اور ریاست باہم فریق نظر آتے ہیں اور دستور کی حیثیت ان کے نزدیک ایک سمجھوتے کی سی ہوتی ہے جب کہ اسلام میں عام شہری اور ان کے ریاست کے حکمران باہم فریق نہیں ہیں بلکہ یہ دونوں یکساں حیثیت میں اپنے رب کے ساتھ ایک ایک عہد وفاداری میں بندھے ہوئے ہیں یہاں دونوں اپنی ذمہ داریوں کے پابند ہیں جو مقتدر اعلیٰ کی جانب سے ان کو دی گئی ہیں نہ شہری کے حقوق حکمران کے لیے تسلیم شدہ ہے اور نہ حکمران کے اختیارات شہری کے منظور کردہ۔

ان دونوں کے بنیادی تصور میں سب سے اہم فرق یہ ہے کہ وہ بڑی ہستی کون ہے جس کی اطاعت فرمانبرداری ریاست کے ہر فرد پر لازم ہیں اور تمام تر اختیارات کا آخری مرکز ہے یورپ انسانوں کے ہی ایک مجموعے کو اس ہستی کا مصداق ٹھہراتا ہے اور اس طرح نتیجہ کے طور پر وہ انسانوں کو حاکم و محکوم کے دو طبقوں میں تقسیم کر دیتا ہے جب کہ اسلام کے نزدیک یہ مقتدر اعلیٰ وہ ہستی ہے جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے دنیا کے تمام انسان صرف ایسی ایک کے احکامات کے پابند ہیں بحیثیت انسان ہونے اس میں کوئی تفریق نہیں

ہے اور روئے زمین پر انسانی حکومت کو حقیقی حکومت بلکہ بحیثیت خلیفۃ اللہ ایک نیابتی نظام ہے جس شخص کو یہ منصب دیا جاتا ہے وہ زمین پر اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے جو اللہ کے بندوں پر اللہ ہی کے احکام نافذ کرتا ہے اور اس کی سلطنت کا ہر ضابطہ اور دستور حکم الہی کا پابند ہوتا ہے۔

اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسانی حقوق اور آزادیوں کے بارے میں اسلام کا تصور آفاقی اور یکساں نوعیت کا ہے جو زمان و مکان کی تاریخ اور جغرافیائی حدود سے ماوراء ہے اس امر میں کوئی شک نہیں کہ اسلام اور مغربی دنیا دونوں انسانی حقوق کے مسئلہ پر ان کا زاویہ نظر بنیادی طور پر مختلف ہیں اس اختلاف کی اساس دراصل ان دونوں کا بنیادی نقطہ نظر ہے انسانی فکر و عمل انسانی حقوق کو انسان کے اللہ تعالیٰ سے تعلق ابدیت کے نقطہ نظر سے دیکھتا ہے جب اس معاملہ میں مغربی تصور لادینیت پر منحصر ہے اس بنیادی فرق کی بنیاد پر کلی حاکمیت اعلیٰ کے تصور سے متعلق ہیں اسلامی اور مغربی فکر میں انسانی حقوق پر اختلاف پایا جاتا ہے۔

اسلام میں اس حقیقت کو اس انداز سے بیان کیا گیا ہے جو ناقابل پسند ہے یہی وجہ ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے اللہ اور اس کے رسول کے ذریعہ دیئے گئے حقوق کے تحفظ اور اسے حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرنا ہر شخص کا بنیادی حق ہے اس سے کسی کو بھی روکا نہیں جاسکتا۔ غور طلب امر یہ ہے کہ اسلام کے عطا کردہ حقوق عالمگیر نوعیت کے ہیں اور وہ ریاست کے شہریوں تک محدود نہیں بلکہ دینا بھر کے مسلمان اور غیر مسلم شہری بلا امتیاز ان سے مستفید ہو سکتے ہیں اسلام کے مقابلہ حقوق کے تعلق سے مغرب کا تصور کچھ مختلف ہے ان کا ماننا ہے کہ حقوق کو لوگ عجب کشمکش اور جدوجہد کے بعد اپنے حکمراں سے حاصل کر سکتے ہیں۔

اس سے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر انسانی حقوق سے کیا اور اس سے دنیا کو کیا پیغام دینے کی کوشش کی گئی ہے تو اس کا جواب ذیل کے تفصیلات سے مل سکتا ہے۔

انسان، مرتبہ اور حقوق کے اعتبار سے برابری کا درجہ لے کر پیدا ہوا ہے انسان ہونے کی حیثیت سے ہر فرد کا یہ پیدائشی اور اخلاقی دعویٰ ہے انہیں بنیادی دعوؤں کی توضیح و تعریف کو ہم آج حقوق انسانی سے تعبیر کرتے ہیں اور قومی و بین الاقوامی سطح پر سماج میں قانون کی تشکیل کے عمل کے اعتبار سے قانونی حقوق کے نام سے جانتے ہیں ان قانونی حقوق کی بنیادی محکوموں کی رضامندی پر واقع ہے جو حقوق کا مرکز اور موضوع ہیں۔

دوسرے کئی بنیادی اصول و نظریات کی طرح نسل انسانی کے تمام افراد کے مرتبہ اور مساوات کی قدروں کو جو آج کے انسانی حقوق کی بنیاد ہیں درحقیقت تمام تہذیب و تمدن مذاہب اور اخلاقی فلسفہ کی روایات میں تلاش کیا جاسکتا ہے۔¹

تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو اسلام میں بنیادی حقوق کا تصور اتنا ہی قدیم ہے جتنا انسان کا وجود قرآن اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ انسان کو اس دنیا میں بھیجنے اور منصب خلافت پر فائز کرنے سے پہلے اسے حقوق و فرائض کا شعور عطا کر دیا گیا تھا اور اسباب زندگی کی فراہمی کے ساتھ ہی آداب زندگی بھی سکھا دیئے گئے تھے اس دنیا میں آنے والے اولین انسان نے اپنی زندگی کا آغاز جہل کی تاریکی میں نہیں علم کی روشنی میں کیا تھا۔

¹ محمد صلاح الدین، بنیادی حقوق، ص ۱۲۴، مطبوعہ تاج آفسٹ پریس دہلی، ۱۹۷۹ء۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا¹

ترجمہ: اور اللہ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ علم ادھر اور انہیں کامل تھا اس علم میں یہ بات لازماً شامل تھی کہ انسان کو مختلف اشیاء سے متعلق اپنے حقوق و فرائض کا بھی پورا شعور ہو حضرت آدمؑ کی زندگی ہی میں جب حق کا پہلا مسئلہ پیدا ہوا تو ساتھ ہی یہ حقیقت بھی عیاں ہو گئی کہ انسان محض اپنے قیاس و گمان یا وجدان کی بناء پر نہیں بلکہ اللہ کے مقرر کردہ ضابطہ کی وجہ سے اس حق کے احترام کا شعور رکھتا تھا قابیل نے جب اللہ کے حضور اپنی نذر قبول نہ ہونے کے بعد ہابیل کو قتل کی دھمکی دی تو ادھر سے یہ جواب ملا۔

اِنِّیْ اَرِیْدُ اَنْ تَبُوْا بَاغِیْیَیْ وَ اَیْمٰکَ فَتَکُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ وَ ذٰلِکَ جَزَآءُ الظّٰلِمِیْنَ²

ترجمہ: میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے اور دوزخی بن کر رہے ظالموں کے ظلم کا بھی ٹھیک بدلہ ہے۔

یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ ہابیل کو انسانی جان کے احترام و تحفظ سے متعلق اللہ تعالیٰ کی ہدایات کا علم تھا وہ جانتا تھا کہ یہ ایک گناہ کا کام ہے اور اس کا مرتکب جہنم میں ڈالا جائے گا اس نے محض خوف خدا کی بناء پر اپنی جان دے دی مگر بھائی پر ہاتھ اٹھانا گوارا نہ کیا۔

حضرت آدمؑ کو خدا بندگان خدا اور دوسری مخلوقات خدا کے سلسلہ میں حقوق و فرائض کا جو ضابطہ عطا کیا گیا تھا حضرت آدمؑ سے لیکر محمد ﷺ تک مبعوث ہونے والے انبیاء کرام کے ذریعہ انسانیت کو اپنی ہدایت و رہنمائی کے لیے مسلسل ملتا رہا۔

¹ سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۳۱، معارف القرآن، جلد اول، ص ۷۵۔

² سورۃ المائدہ، آیت نمبر ۲۹، تفہیم القرآن سید ابوالاعلیٰ مودودی، جلد اول، ص ۶۳۔

واذ اخذنا ميثاق بني اسرائيل لا تعبدون الا الله وبالو الدين احسانا وذی القربى واليتيمى
والمسكين وقولوا للناس حسنا واقموا الصلوة واتوا الزکوة ثم توليتهم الا قليلا منكم و انتم معرضون واذ
اخذنا ميثاقكم لا تسفكون دماءكم ولا تخرجون انفسكم من دياركم¹

ترجمہ: یا کرو! اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا ماں باپ
کے ساتھ رشتہ داروں کے ساتھ یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا لوگوں سے بھلی بات کہنا،
نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا مگر تھوڑے آدمیوں کے سوا تم سب اس عہد سے پھرے ذرا یاد کرو ہم نے تم
سے عہد لیا تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر کرنا۔

قرآن کی پیش کردہ یہ تاریخ انسانی حقوق اس امر کا واضح ثبوت مہیا کر دیتی ہے کہ اسلام میں بنیادی
حقوق کا تصور اولین انسان کی پیدائش کے دن سے موجود ہے اور اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ
ان حقوق کا ماخذ کیا ہے یہ انسان اور اس کی خود ساختہ ریاست کے حکمرانوں کی باہمی نزاع و کش مکش اور ان
کے درمیان ہونے والے معاہدوں سے وجود میں نہیں آئے اور نہ کسی فلسفی سیاسی مفکر یا ماہر قانون کی دماغ
سوزی کا نتیجہ ہیں بلکہ یہ اپنی مخلوق کے لیے خالق اور رعایا کے لیے حقیقی مقتدر اعلیٰ کا عطیہ ہیں اور انسان کی
ذات سے لازماً وابستہ ہیں ان کا تعین انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی ہو گیا تھا۔

ما قبل کی تفصیل سے یہ واضح ہو چکا کہ انسانی حقوق کا تصور سب سے پہلے اسلام نے پیش کیا اور جس کا خلاصہ
حضور نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر نثر فرمایا وہ اس سے قدیم تر بھی ہے اور ملت اسلام کے
لیے اعتقاد، اخلاق اور مذہب کی حیثیت سے واجب الاتباع بھی پھر ان حقوق کو عملاً قائم کرنے کی بے مثل
نظریں بھی حضور پاکؐ اور خلفائے راشدین نے چھوڑی ہیں۔

امیر معاویہ و عمرو بن العاص کی شان و شوکت محتاج بیان نہیں لیکن حضرت عمر کے نام سے ان کو لرزہ آتا تھا عمرو بن العاص کے بیٹے عبداللہ نے ایک شخص کو بے وجہ مارا تھا حضرت عمر نے عمرو بن العاص کے سامنے ان کو اسی مضروب کے ہاتھ سے کوڑے پٹوائے اور باپ بیٹے دونوں نے عبرت کا تماشا دیکھا۔¹ انگلستان میں کنگ جان نے ۱۲۱۵ء میں و میگہ ناکارٹا جاری کیا تھا وہ دراصل اس کے امراء (Barons) کے دباؤ کا نتیجہ تھا جبکہ اسلام نے بلا کسی دباؤ کے محض انسان کو شرف انسانیت عطا کرنے کی غرض سے انسانی حقوق کا جامع تصور نہ صرف پیش کیا بلکہ عملی طور پر بھی اپنے نمائندوں کے ذریعہ اس کا ثبوت پیش کیا۔ جبکہ موجودہ دور میں انسانی حقوق کی بازیابی اور تحفظ کا دم بھرنے والی اقوام متحدہ صرف زبانی نعروں اور کاغذی خانہ پوری تک محدود ہے اور عملی طور پر اس کے نفاذ کے لئے کوشاں نظر نہیں آتی اس کی واضح مثال اسرائیل کے ذریعہ غزہ کے نہتوں نوجوانوں، معصوم بچوں لاغر بوڑھوں اور کمزور عورتوں پر ظلم و بربریت اور درندگی کے سیاہ نقوش چھوڑنے کے باوجود اقوام متحدہ کا خاموشی اختیار کرنا اور درپردہ ظالم کی حمایت و نصرت کرنا ہے۔

انسانی ارتقاء کا یہ سفر جاری ہے، تاہم اس سفر کی سمت کی درستگی، حقوق انسانی کا حقیقی شعور اور نفاذ کی مخلصانہ و نتیجہ خیز کوششیں اس وقت ہی ظہور پذیر ہو سکتی ہیں جب دور جدید کا انسان آج بھی سیرت نبوی ﷺ کو اسی طرح اپنا رہنما قرار دے جس طرح دور ظلمت میں سیرت نبوی ﷺ کی روشنی نے اسے رہنمائی عطا کی تھی۔

باب سوم

قرآنی تعلیمات کی روشنی میں حقوق العباد

حقوق اللہ

حقوق العباد باہم انسانوں کے معاملات اور تعلقات کا نام ہے۔

"حقوق اللہ" خدا کے فرائض ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو ارحم الراحمین ہیں اور جس کی رحمت کا دروازہ کسی نیک و بد پر بند نہیں ہے شرک و کفر کے علاوہ ہر گناہ کو اپنے ارادہ اور مشیت کے مطابق معافی کے قابل قرار دیا ہے مگر "حقوق العباد" یعنی باہم انسانوں کے اخلاقی فرائض کی کوتاہی اور تقصیر کی معافی خدا نے اپنے ہاتھ میں نہیں بلکہ ان بندوں کے ہاتھوں میں رکھی ہے جن کے حق میں وہ ظلم و زیادتی ہوتی ہے، اور ظاہر ہے کہ ان سے اس رحم و کرم کی توقع نہیں ہو سکتی جو اس ارحم الراحمین کی بے نیاز ذات سے ہے اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس بھائی نے دوسرے بھائی پر ظلم کیا ہو تو اس (ظالم بھائی) کو چاہئے کہ اسی دنیا میں اس (مظلوم بھائی) سے اس کو معاف کرا لے ورنہ وہاں تاوان ادا کرنے کے لیے کسی کے پاس کوئی درہم نہیں صرف اعمال ہونگے۔

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال من کانت عنده مظلمۃ لا خیه فلیتحللہ منها فانہ لیس ثم دینار ولا درہم من قبل ان یوخذ لاخیه من حسناتہ فان لم تکن لہ حسنات اخذ من سیئات اخیه فطرحت علیہ۔¹

ترجمہ: ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس بھائی نے دوسرے بھائی پر ظلم کیا ہو تو اس کو چاہئے کہ اسی دنیا میں اس سے اس کو معاف کرا لے ورنہ وہاں تاوان ادا کرنے کے لیے کس کے پاس کوئی درہم نہیں صرف اعمال ہونگے ظالم کی نیکیاں مظلوم کو مل جائیں گی اور نیکیاں نہ ہو گئی تو مظلوم کی بدیاں ظالم کے نامہ اعمال میں لکھ دی جائیں گی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

¹ الصحیح بخاری، "کتاب الرقاق"، باب القصاص یوم القیامہ، جلد دوم، ص ۹۶۔

هوآلذی خلق لکم مافی الارض جمیعاً¹

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے۔

اس لئے انسان کو دنیا کی ہر اس چیز سے جس سے اس کے نفع کا تعلق ہے ایک گونہ لگاؤ ہے اس تعلق کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی ترقی و حفاظت میں کوشش کی جائے اس چیز سے وہ نفع اٹھائے جس کے لئے خدا نے اس کو پیدا کیا ہے اور ان موقعوں پر اس کو صرف کیا جائے جن میں خدا نے اس کے صرف کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کو ہر اس پہلو سے بچایا جائے جس سے اس کی نفع رسانی کو نقصان پہونچے اس ذمہ داری کا نام "حق" ہے جس کو از خود، ادا کرنا ضروری ہے ارشاد ہوا۔

وفی اموالہم حقّ للسائل والمحروم²

ترجمہ: اور ان کے مالوں میں سائل کا اور اس کا حق ہے جس پر مالی افتاد پڑی ہو۔

والذین فی اموالہم حقّ معلوم للسائل والمحروم³

ترجمہ: اور ان کے مالوں میں سائل کا اور اس کا مقررہ حق ہے جس پر مالی افتاد پڑی ہو۔

وات ذا القربىٰ حقّہ والمسکین وابن السبیل⁴

ترجمہ: اور قرابت والے کو اس کا حق دے اور مسکین کو اور مسافر کو۔

1 سورۃ بقرہ، آیت نمبر ۲۹۔

2 سورۃ زاریات، آیت نمبر ۱۹۔

3 سورۃ معارج، آیت نمبر ۲۴-۲۵۔

4 سورۃ بنی اسرائیل، آیت نمبر ۲۶۔

اللہ تعالیٰ نے جب کسی انسان کو دولت عطا فرمائی ہے تو اس کا تقاضہ یہ ہے کہ جن کو یہ چیز نہیں ملتی ہے، ان کو اس میں سے تھوڑا تھوڑا دیا جائے یہ ان کا حق ہے اور اس میں سب سے زیادہ مقدم رشتہ دار ہیں پھر غریب پھر مسافر ایک اور موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت مال کی طرف کی ہے۔

واتوا حقہ یوم حصادہ ولا تسرفوا۔¹

ترجمہ: اور پیداوار کا حق اس کے کاٹنے کے دن ادا کرو اور فضول خرچی نہ کرو۔

یعنی جب کسی کو اللہ تعالیٰ نے زمین کا کوئی حصہ عنایت کیا اور اس نے اس میں سے کچھ بویا اور اللہ نے اس میں برکت دی اور پھل پھول نکالے اور ہری بھری کھیتی تیار ہوئی تو انسان کا فرض ہوا کہ اس کا حق ادا کر دے اور اس میں سے ان کو بھی کچھ دے جن کو یہ نعمت نہیں ملی اور اس نعمت کو بے موقع خرچ نہ کرے، اور ضائع نہ کرے کہ یہ بھی اس کے حق کے منافی ہے اور اس کی نفع رسانی کے ضروری موقع و محل کو نقصان پہنچاتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے۔

عن ابن عمر و بن العاص ان لزو جک علیک حقا ولزو جک علیک حقا۔²

ترجمہ: عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے اور تیرے ملاقاتی کا بھی تم پر حق ہے۔ حقوق کی ترتیب تمام حقوق کی ادائیگی میں اسلام نے ایک خاص ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے جس کی تفصیل ذیل میں ہے۔

¹ سورة الانعام، آیت نمبر ۱۴۱۔

² الصحیح بخاری، کتاب الصوم "باب حق الضیف فی الصوم، جلد اول، ص ۲۶۵۔

اگر ہم اسلام کے تمام اخلاقی فرائض اور تعلیمات کو صرف ایک لفظ میں ادا کرنا چاہیں تو توراۃ، اور انجیل کی طرح مختصر یوں کہہ سکتے ہیں کہ دوسروں سے محبت کرنا، لیکن صرف محبت کرنا، کہہ دینا کافی نہیں، بلکہ ان چیزوں کی تفصیل کرنی چاہئے جو اس محبت کا تقاضہ ہے اور اس کے مظاہر ہیں، یہی تفصیل و تکمیل اسلام کی اخلاقی تعلیم کا کارنامہ ہے۔

عن انس عن النبی ﷺ قال لا یؤمن احدکم حتی یحب لا خیه ما یحب لنفسه¹
ترجمہ: انس سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ایمان کا کمال یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے لیے وہی محبوب رکھو جو اپنے لئے رکھتے ہو۔

اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب میں انسانی حقوق کی درجہ وار کوئی تفصیل نہیں ہے انسان اور حیوان کے درمیان بھی خط فاصل نہیں قائم کیا گیا مثلاً بودھ کی اخلاقی تعلیمات میں اور حیوان کے اور پھر انسانوں میں اہل ملک، قوم، قبیلہ اور خاندان کی کوئی تمیز نہیں بلکہ سرے سے رشتہ اور قرابت ہی کی اس میں کوئی دفعہ نظر نہیں آتی اسی طرح ہندو قانون میں ایک جانور اور ایک انسان کا قتل برابر درجہ رکھتا ہے اور ایک جانور بھی اپنی کسی منعت رسائی کے باعث انسان کی ماں کا درجہ پاسکتا ہے یہودیت اور عیسائیت تمام قرابت داروں کو چھوڑ کر صرف ماں باپ کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے برترانہ حق اطاعت کو تسلیم کیا گیا ہے لیکن دوسرے قرابت مندوں اور رشتہ داروں کو ان میں کوئی مرتبہ نہیں دیا گیا، لیکن اسلام نے اس مسئلہ میں پوری تفصیل سے کام کیا ہے۔

¹ الصحیح بخاری، "کتاب الایمان" باب من الایمان ان یحب لاخیه ما یحب لنفسه، جلد اول، ص ۶۔

اس ترتیب کا فلسفہ یہ ہے کہ ترتیب میں جس کا درجہ بڑھ کر ہے اس کے ساتھ تعلقات کی وابستگی گناہ و گناہوتی ہے مثلاً ایک شخص ایک وقت میں ایک ہی کی مدد کر سکتا ہے اس کی ایک غریب بیمار ماں ہے ایک غریب اور بیمار باپ ہے ایک غریب اور بیمار بھائی ہے اسی طرح کا اسکا پڑوسی ہے پھر اسی حالت میں اسکا ایک محلہ ہے اسی حالت میں اسکا کوئی ہم وطن ہے تو اس کو کس کی امداد کرنی چاہئے، یہی وہ موقعہ ہے جس میں تدریجی تعلقات کی ترتیب کا سوال پیش آتا ہے ظاہر ہے کہ تعلقات کے دوہرے تہرے حقوق پہلے ماں کے ہیں پھر باپ کے ہیں، پھر بھائی کے ہیں، پھر پڑوسی کے ہیں، پھر ہم وطن کے ہیں اور اسی ترتیب سے اس کا ادا کرنا بھی ضروری ہے یہ نیکی نہ ہوگی کہ کوئی اپنے بیمار ماں کو چھوڑ کر اپنے غریب اور پڑوسی کی خدمت کے لئے آمادہ ہو جائے یہ ایثار نہیں بلکہ ظلم ہے شریعت محمدی نے اسی فطری ترتیب کو ان آیتوں میں پیش کیا ہے۔

وبا الوالدین احسانا وبذی القربی والیتیمی والمساکین والجارذی القربی والجارالجنب
والصاحب بالجنب وابن السبیل وماملکت ایمانکم¹

ترجمہ: اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور رشتہ دار پڑوسی کے ساتھ اور بیگانہ پڑوسی کے ساتھ اور ساتھی کے ساتھ اور مسافر کے ساتھ اور لونڈی غلام کے ساتھ۔

قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتیمی والمساکین وابن السبیل وما تفعلوا من
خیر فان الله به علیم²

¹ سورۃ نساء، آیت نمبر ۳۶۔

² سورۃ بقرہ، آیت نمبر ۲۱۵۔

ترجمہ: اے پیغمبران سے کہو کہ تم جو خرچ کر دوہ اپنے ماں باپ اور عزیزوں اور یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے لئے اور جو بھی تم نیکی کا کام کرو اللہ اس سے آگاہ ہے۔

وَأْتِ ذَاقِرْبَى حَقَّهٖ وَالْمَسْكِيْنَ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَلَا تَبْذُرْ تَبْذِيْرًا¹

ترجمہ: اور رشتہ دار کا حق ادا کر اور مسکین کا اور مسافر کا اور فضول خرچی نہ کر۔

عام طور پر اکثر مذہبوں نے سب سے زیادہ اہمیت ماں باپ کو دی ہے اور اسلام میں بھی یہ اہمیت یہی درجہ رکھتی ہے مگر اس کی تکمیلی شان اس باب میں بھی اسی طرح نمایاں ہے جس طرح تعلیمات کے دوسرے ابواب میں۔

والدین کے حقوق

وقضیٰ ربّک ألا تعبدوا إلاّ آتاه و بالوالدین احسانا اما یبلغنّ عندک الکبر احدہما او کلّہما فلا تغلّ لہما آف ولا تنہرہما وقلّ لہما قولاً کریماً و اخفض لہما جناح الذلّ من الرّحمۃ وقل ربّ ارحمہما کما ربّتی صغیراً۔¹

ترجمہ: اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا بلکہ تم اس کے سوا کسی کو نہ پوجو، اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنا اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انکو آف بھی نہ کہو اور نہ ان پر خفا ہو اور ان سے ادب سے بولو اور ان کے لیے اطاعت کا بازو محبت سے جھکاؤ اور کہو کہ اے ہمارے پروردگار تو ان پر رحمت فرما جس طرح بچپن میں انھوں نے مجھے پالا۔

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے ادب و احترام اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو اپنی عبادت کے ساتھ ملا کر واجب فرمایا جیسا کہ سورۃ لقمان میں اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو ملا کر لازم فرمایا ہے "ان اشکر لی والوالدیک" یعنی میرا شکر ادا کرو اور والدین کا بھی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ کی عبادت کے بعد والدین کی اطاعت سب سے اہم ہے اور اللہ تعالیٰ کے شکر کے طرح والدین کا شکر گزار ہونا واجب ہے۔

والدین کی خدمت و اطاعت والدین ہونے کی حیثیت سے کسی زمانہ اور کسی عمر کے ساتھ مقید نہیں، ہر حال اور ہر عمر میں والدین کے ساتھ اچھا سلوک واجب ہے لیکن واجبات فرائض کی ادائیگی میں جو حالات عادیہ رکاوٹ بنا کرتے ہیں ان حالات میں قرآن حکیم کا عام اسلوب یہ ہے کہ احکام پر عمل کو

¹ . بنی اسرائیل، آیت نمبر ۲۳-۲۴۔

آسان کرنے کے لیے مختلف پہلوؤں سے ذہنوں کی تربیت بھی کرتا ہے اور ایسے حالات میں تعمیل احکام کی پابندی کی مزید تاکید کی۔

والدین کے بڑھاپے کا زمانہ جب کہ وہ اولاد کی خدمت کے محتاج ہو جائیں ان کی زندگی اولاد کے رحم و کرم پر رہ جائے اس وقت اگر اولاد کی طرف سے ذرا سی بے رخی بھی محسوس ہو تو وہ ان کے دل کا زخم بن جاتی ہے دوسری طرف بڑھاپے کے عوارض طبعی طور پر انسان کو چڑچڑاہٹ دیتے ہیں تیسرے بڑھاپے کے آخری دور میں جب عقل و فہم بھی جواب دینے لگتے ہیں تو ان کی خواہشات و مطالبات کچھ ایسے بھی ہو جاتے ہیں جن کا پورا کرنا اولاد کے لیے مشکل ہوتا ہے قرآن کریم نے ان حالات میں والدین کی دلجوئی اور راحت رسانی کے احکام دینے کے ساتھ انسان کو اس کا زمانہ طفولیت یاد دلایا کہ کسی وقت تم بھی اپنے والدین کے اس سے زیادہ محتاج تھے جس قدر آج وہ تمہارے محتاج ہیں تو جس طرح انھوں نے اپنی راحت و خواہشات اس وقت تم پر قربان کیا۔ اور تمہاری بے عقلی کی باتوں کو پیار کے ساتھ برداشت کیا اب جبکہ ان پر محتاجی کا وقت آیا ہے تو عقل و شرافت کا تقاضہ ہے کہ ان کے اس سابق احسان کا بدلہ ادا کرو۔ آیت میں "کما ریبنی صغیراً" سے اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور آیات مذکورہ میں والدین کے بڑھاپے کی حالت کو پہونچنے کے وقت چند تاکیدیں احکام دیئے گئے ہیں۔

اول یہ کہ اف بھی نہ کہے لفظ اف سے مراد ہر ایسا کلمہ ہے جس سے اپنی ناگواری کا اظہار ہو یہاں تک کہ ان کی بات سن کر اس طرح لمبا سانس لینا جس سے ان پر ناگواری کا اظہار ہو وہ بھی اسی کلمہ اف میں

داخل ہے ایک حدیث میں بروایت حضرت علیؓ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایذا رسانی میں اف کہنے سے بھی کم کوئی درجہ ہوتا تو یقیناً وہ بھی ذکر کیا جاتا¹

دوسرا حکم "ولا تنهرهما" لفظ نھر کے معنی جھڑکنے ڈانٹنے کے ہیں اس کا سبب ایذا ہونا ظاہر

ہے۔

تیسرا حکم "وقل لهما قولا کریماً" ہے پہلے دو حکم منفی پہلو سے متعلق تھے، جس میں والدین کی ادنیٰ سے ادنیٰ بار خاطر کو روکا گیا ہے اس تیسرے حکم میں مثبت انداز سے والدین کے ساتھ گفتگو کا ادب سکھایا گیا ہے کہ ان سے محبت و شفقت کے نرم لہجہ میں بات کی جائے۔

چوتھا حکم "واخفض لهما جناح الذل من الرحمة" جس کا حاصل یہ ہے کہ ان کے سامنے اپنے آپ کو عاجز و ذلیل آدمی کی صورت میں پیش کرے جیسے غلام آقا کے سامنے جناح کے معنی بازوؤں کے ہیں لفظی معنی یہ ہیں کہ والدین کے لئے اپنے بازو و عاجزی اور ذلت کے ساتھ جھکائے آخر میں من الرحمة کے لفظ سے ایک تو اس پر متنبہ کیا کہ والدین کے ساتھ یہ معاملہ محض دکھاوے کا نہ ہو بلکہ قلبی رحمت و محبت کی بنیاد پر ہو۔

پانچواں حکم "وقل رب ارحمهما" ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ والدین کی پوری راحت رسانی تو انسان کے بس کی بات نہیں ہے اپنی استطاعت کے بقدر راحت رسانی کی فکر کے ساتھ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بھی دعا کرتا رہے۔

¹ ماخوذ معارف القرآن، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، ص ۴۶۶، جلد پنجم، مکتبہ مصطفائیہ، دیوبند۔

نبوت محمدی ﷺ جس کی بعثت ہی اخلاق کی تکمیل کے لیے ہوئی اس نے نہ صرف والدین کی عزت اور ان سے ڈرتے رہنے کی تاکید کی بلکہ اس مسئلہ کے ہر گوشہ کی تفصیل کی اور ہر ممکن سوال کا تشفی بخش جواب دیا۔

اس نے سب سے پہلے ماں اور باپ کی مشترکہ حیثیت کی بھی تفصیل اور بتایا کہ ماں اور باپ میں بھی سب سے بڑا درجہ ماں کا ہے عورت کی فطری کمزوری بیچارگی اور حمل، وضع حمل اور تربیت اولاد کی تکلیفوں کو ہنسی خوشی برداشت کرنا ماں کی بڑائی اس کی سب سے پہلے دل دہی کرنے اور اس کی فرمانبرداری کرنے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

ووصینا الانسان بوالدیه حملته امه وهنا علی وهن وفضلہ فی عامین¹

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے واسطے تاکید کی، اس کی ماں نے اس کو تھک تھک کر اپنے پیٹ میں رکھا، اور دو برس تک دودھ پلایا۔

ووصینا الانسان بوالدیه احسانا، حملته امه کرها ووضعتہ کرها وحمله وفضلہ ثلثون شهرا²

ترجمہ: اور ہم نے ان کو تاکید کی کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ نیکی کرے، اس کی ماں نے اس کو تکلیف کے ساتھ جنائپٹ میں رکھا، اور دودھ پلا کر چھڑایا تیس مہینے میں۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے ارشادات میں اس کی مزید تاکید کی۔

عن ابی ہریرۃ قال جاء الی رسول اللہ فقال یا رسول اللہ من احق بحسن صحابتی قال امک قال ثم امک قال ثم من قال ثم من قال ثم من قال ثم ابوک¹

¹ سورۃ لقمن، آیت نمبر ۱۴۔

² سورۃ احقاف، آیت نمبر ۱۵۔

ایک شخص خدمت اقدس میں آکر دریافت کیا یا رسول اللہ سب سے زیادہ میرے حسن سلوک کا مستحق کون ہے فرمایا تیری ماں، پوچھا کون فرمایا تیری ماں، اس نے عرض کیا پھر کون فرمایا تیری ماں، تین دفعہ آپ نے یہی جواب دیا چوتھی دفعہ پوچھنے پر ارشاد ہوا تیرا باپ۔
دوسری جگہ والدین کی مالی خدمت اور امداد کی نصیحت ہے۔

قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین²

ترجمہ: فائدہ کی جو چیز تم خرچ کرو وہ ماں باپ اور رشتہ داروں وغیرہ کے لیے۔

کفار کو جنہوں نے اپنے وہم و خیال اور رسم و رواج سے حلال و حرام کی ہزاروں رسمی و خیالی باتیں پیدا کر لی تھیں اللہ تعالیٰ خطاب کر کے فرماتا ہے یہ کھانے پینے کی چیزیں حرام نہیں آؤ ہم بتائیں کہ حقیقت میں حرام چیزیں کیا ہیں خدا کے ساتھ شرکت کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی سے پیش نہ آنا۔

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا نشرکوا به شیئا وبالوالدین احسانا۔³

ترجمہ: کہہ اے پیغمبر آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں کہ تمہارے پروردگار نے تم پر کیا حرام کیا ہے کہ اس کے ساتھ کس کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی نہ کرنا۔

خدا کی دائمی، اور غیر مستبدل شریعت میں شرک سے زیادہ بری چیز کوئی نہیں قرار دی گئی، اس پر بھی اگر کسی کے ماں باپ مشرک ہوں تو اس حالت میں بھی ان کی خدمت سے ہاتھ اٹھانا درست نہیں سوائے اس کہ وہ شرک کی دعوت دیں تو ان کی بات کو قبول نہ کیا جائے ارشاد ہوا۔

1 الصحیح بخاری، "کتاب الادب" باب من احق الناس بحسن الصحبة جلد دوم، ص ۸۸۳۔

2 سورة البقرة، آیت نمبر ۲۱۵۔

3 سورة انعام، آیت نمبر ۱۵۱۔

ووصينا الانسان بوالديه حسنا وان جاهدك لتشرك بي مالميس لك به علم فلا تطعهما الى مرجعكم فانبلثكم بما كنتم تعملون¹

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو بتا دیا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو، اور اگر وہ تجھ کو مجبور کریں کہ تو خدا کے ساتھ اس کو شریک کر جس کا تجھ کو علم نہیں تو ان کا کہانہ مان تم سب کو میرے پاس پلٹ کر آنا ہے تو میں تم کو تمہارے کرتوت سے آگاہ کروں گا۔

اتنا ہی نہیں بلکہ اگر تمہارے بت پرست ماں باپ تم کو بت پرستی کی دعوت دیں تو صرف ان کی دعوت کو قبول نہ کرو، لیکن انکی دنیاوی خدمت اور حسن سلوک میں کوئی فرق نہ آنے پڑے بلکہ وہ اس حالت میں بھی اپنی جگہ قائم رہے۔

ووصينا الانسان بوالديه حملته امه وهنا على وهن وفضلہ فی عامين ان اشكرلى ولوالديک الى المصير²

ترجمہ: اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہنچانے کی خود تاکید کی ہے اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کے دودھ چھوٹنے میں لگے۔ (اس لیے ہم نے اس کو نصیحت) کی کہ میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے۔

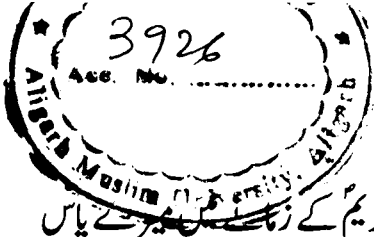
رسول اللہ ﷺ نے مشرک والدین کے ساتھ بہتر سلوک کا حکم دیا ہے۔

اسماء بنت ابی بکر قلت اتنتی امی راغبہ فی عہد النبی ﷺ فسالت النبی اصلہا قال نعم³

1 سورة عنکبوت، آیت نمبر ۸۔

2 سورة لقمان، آیت نمبر ۱۴-۱۵۔

3 الصحیح بخاری، کتاب الادب "باب صلۃ الوالد المشرک، جلد دوم ص ۸۸۴۔



ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ کے زمانے میں میرے پاس میری والدہ آئیں وہ چاہت رکھتی تھیں تو میں نے نبی کریمؐ سے سوال کیا کہ میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں تو آپؐ نے فرمایا ہاں۔

قرآن پاک کی صریح آیتوں میں خدا کی اطاعت کے ساتھ ساتھ جس طرح والدین کی اطاعت کا ذکر ہے احادیث میں بھی وہی درجہ رکھا گیا ہے اللہ کے رسول نے صحابہ سے فرمایا خدا نے تم پر ماؤں کی نافرمانی حرام کی ہے۔

اسلام میں جہاد کی اہمیت جو کچھ ہے وہ ظاہر ہے مگر والدین کی خدمت گزاری کا درجہ اس سے بڑھ کر ہے ان کی اجازت کے بغیر جہاد بھی جائز نہیں کہ جہاد کے میدان میں سر ہتھیلی پر رکھ کر جانا ہوتا ہے اور ہر وقت جان کو خطرہ لگا رہتا ہے اس لئے والدین کی اجازت کے بغیر ان کو اپنے جسم و جان کو کھونے کا حق نہیں جس کو ان کی خدمت گزاری کے لیے وقف ہونا چاہئے تھا۔

عن ابی العباس عن عبداللہ بن عمر قال جاء رجل الى النبی یستاذنہ فی الجہاد فقال حی والداک قال نعم قال ففیہا فجاہد¹

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریمؐ کے پاس جہاد میں شرکت کی اجازت لینے آیا آپ ﷺ نے پوچھا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں اس نے کہا جی ہاں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ ان کی خدمت کرتے رہو یہی تمہارا جہاد ہے۔

¹ الصحیح مسلم شریف، "کتاب البر والصلة والادب" باب بر الوالدین والیہما الحق بہ، جلد دوم، ص ۳۱۳۔

ماں باپ کی خدمت اور فرمانبرداری کی اصل جزا تو جنت اور رضائے الہی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ماں باپ کی خدمت اور فرمانبرداری کرنے والی اولاد کو اللہ تعالیٰ کچھ خاص برکتوں سے اس دنیا میں بھی نوازتا ہے۔

اولاد کے حقوق

جس طرح ماں باپ کے حقوق اولاد پر ہیں اسی طرح اولاد کے بھی کچھ حقوق ماں باپ پر ہیں اسلام سے قبل والدین کو اپنی اولاد پر غیر محدود اختیارات حاصل تھے مگر اولاد کا باپ پر کوئی حق تسلیم نہیں کیا گیا تھا اور اس کو والدین کے بزرگی کے خلاف سمجھا جاتا تھا۔ لیکن محمد ﷺ جو مذہب لے کر تشریف لائے اس کی شریعت میں حقوق کے مسئلہ میں بڑوں اور چھوٹوں میں کوئی تفریق نہیں وہ جس طرح چھوٹوں پر بڑوں کے جائز حقوق تسلیم کرتے ہیں اسی طرح وہ چھوٹوں کے بھی بڑوں پر مناسب حقوق قائم کرتے ہیں آنحضرت ﷺ نے ایک نہایت چھوٹے سے فقرہ میں وہ اصول بتا دیا ہے جو ان تمام حقوق کی نہایت جامع متن ہے۔ ان حقوق کی جس طرح تشریح کی جائے یہ متن ان سب پر محیط ہے۔

لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا¹

ترجمہ: جو ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑے کا ادب نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

اولاد کا سب سے پہلا حق اپنے والدین پر یہ ہے کہ جب خدا نے اولاد کی زندگی کا واسطہ ان کو بنادیا ہے تو وہ بالقصد اس کے نقش زندگی کے مٹانے کا سبب نہ بنیں بلکہ اس کے حیات کی تکمیل اور اس کے نشوونما کی ترقی کے وہ تمام ذریعہ مہیا کریں جو ان کی قوت اور استطاعت میں ہے یہی سبب ہے کہ اسلام نے حمل کو بالقصد کرنے کو گناہ قرار دیا ہے، اور ذریعہ حمل کے ضائع کرنے کو اچھا نہیں سمجھا ہے۔

¹ سنن ترمذی، "ابواب البر و الصلة" باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان، جلد دوم، ص ۱۴۔

قتل اولاد کے جرم کو اتنی اہمیت دی گئی ہے کہ اس کی ممانعت کو شرک کی ممانعت کے پہلو بہ پہلو جگہ دی گئی ہے آنحضرت ﷺ کو حکم ہوا کہ ان عربوں کو جنہوں نے اپنی طرف سے بہت سی چیزوں کو حرام بنا لیا ہے بتادو کہ اصلی چیزیں انسان پر کیا حرام ہیں۔

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشربوہ شیئا وبالوالدین احسانا ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاہم¹

ترجمہ: آپ ان سے کہئے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کیا کرو اور اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر سے قتل مت کیا کرو ہم تم کو بھی رزق دیں گے اور ان کو بھی۔

اس آیت کا خطاب اگرچہ بلا واسطہ مشرکین مکہ کی طرف ہے مگر مضمون خطاب عام ہے اور تمام بنی نوع انسان کو شامل ہے خواہ مومن ہوں یا کافر، عرب ہو یا عجم اور موجودہ حاضرین ہوں یا آئندہ آنے والی نسلیں اس حکم میں سب سے پہلے اللہ کے ساتھ کسی کی بھی شرکت کو منع کیا دوسری چیز والدین کے ساتھ حسن سلوک، تیسری چیز جس کا حرام ہونا ان آیات میں بیان ہوا ہے وہ قتل اولاد ہے اور مناسبت یہ ہے کہ اس سے پہلے ماں باپ کے ذمہ ہے اولاد کے ساتھ بدسلوکی کا بدترین معاملہ وہ تھا جو جاہلیت میں اس کو زندہ درگور کرنے یا قتل کرنے کا جاری تھا اس آیت میں اس سے روکا گیا کہ افلاس کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو ہم تم کو بھی رزق دیں گے اور ان کو بھی اس آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ماں

¹ سورة الانعام، آیت ۱۵۱، معارف القرآن جلد سوم، ص ۷۸، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، مولانا محمد مفتی شفیع صاحب۔

باپ کا یہ تصور غلط ہے کہ ہم بچوں کو رزق دیتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہی خزانہ غیب سے ماں باپ کو بھی ملتا ہے اور اولاد کو بھی۔

جیسا کہ حدیث شریف میں بھی بیان فرمایا۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال، قال رجل يا رسول الله اى الكذب اكبر عند الله قال ان تدعو الله ندا وهو خلقك قال ثم اى قال ان تقتل ولدك خفاة ان يطعم معك¹

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ، اللہ کے نزدیک کون سا گناہ بڑا ہے آپؐ نے فرمایا کہ کسی کو اللہ کا شریک کرے حالانکہ تجھ کو اللہ نے پیدا کیا اس نے کہا پھر کیا آپؐ نے فرمایا کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔

لیکن آج کا انسان صرف اپنی ذاتی راحت دنیاوی آرام و چین اور رزق کی بچت کے لئے اولاد کو ختم کرنے سے نہ چھوڑے یہ جہالت کی رسم آج کل ہندوستان اور مغربی ممالک میں اتنی عام ہو گئی ہے کہ اس کو برائی نہ سمجھ کر ایک طرح کی شان سمجھنے لگے ہیں کیونکہ مالی تنگی کا ڈر بھی ایک طرح کا شرک ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ کے رزاق ہونے پر اور اسکی قدرت اور احکام میں یقین نہیں ہے۔

اللہ کے سارے پیغمبروں اور ان سب کے آخر میں ان کے خاتم سیدنا حضرت محمد ﷺ نے اس چند روزہ دنیوی زندگی کے بارے میں یہی بتایا کہ یہ دراصل آنے والی اس اخروی زندگی کی تمہید اور اسکی تیاری کیلئے جو اصل اور حقیقی زندگی ہے اور جو کبھی ختم نہ ہوگی اس نقطہ نظر کا قدرتی اور لازمی تقاضہ ہے کہ دنیا کے سارے مسئلوں سے زیادہ آخرت کو بنانے اور وہاں فوز و فلاح حاصل کرنے کی فکر کی جائے اس

¹ الصحیح مسلم "کتاب الایمان" باب بیان کون الشریک اقبح الذنوب و بیان اعظمها بعدہ، جلد اول، ص ۶۳۔

لئے رسول اللہ ﷺ نے ہر صاحب اولاد پر اس کی اولاد کا یہ حق بتایا ہے کہ وہ بالکل شروع ہی سے اس کی دینی تعلیم و تربیت کی فکر کرے اگر وہ اس میں کوتاہی کرے گا تو قصور وار ہوگا۔

عن جابر بن سمرة قال، قال رسول الله ﷺ لان يودب الرجل ولده خير له من ان يتصدق بصاع¹

ترجمہ: سمرہ کے بیٹے جابرؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کا اپنی اولاد کو ادب دنیا ایک صاع خیرات کرنے سے بہتر ہے۔

عام طور سے بچے سات سال کی عمر میں سمجھدار اور باشعور ہو جاتے ہیں اس وقت سے ان کو خدا پرستی کے راستے پر ڈالنا چاہئے اور اس کے لئے ان سے نماز کی پابندی کرانی چاہئے دس سال کی عمر میں ان کا شعور کافی ترقی کر جاتا ہے اور بلوغ کا زمانہ قریب آ جاتا ہے اس وقت نماز کے بارے میں ان پر سختی کرنی چاہئے اور اگر وہ کریں تو مناسب طور پر ان کی سرزنش بھی کرنی چاہئے نیز اس عمر کو پہنچ جانے پر ان کو الگ الگ سنانا چاہئے نماز کے سلسلہ میں بچوں کے تئیں بڑے بڑا تساہلی سے کام لیتے ہیں جب کہ حدیث پاک میں دس سال کی عمر میں نماز چھوڑنے پر مارنے کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں بیان فرمایا۔

قال رسول الله ﷺ علموا الصب الصلاة ابن سبع سنين واضر به عليه ابن عشرة²

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بچے سات برس کے ہوں تو نماز کی تاکید کرو اور جب دس برس کے ہوں تو ان کو مار مار کر نماز پڑھاؤ۔

¹ سنن ترمذی، "ابواب البر والصلة" باب ماجاء فی ادب الولد، جلد اول، ص ۱۷۰۔

² سنن ترمذی، "ابواب الصلاة" باب ماجاء مع يوم الصب بالصلاة، جلد اول، ص ۵۳۔

آج تک بھی بہت سے علاقوں میں لڑکی کو ایک بوجھ اور مصیبت سمجھا جاتا ہے اور اس کے پیدا ہونے پر گھر میں خوشی کے بجائے افسردگی اور غمی کی فضا ہو جاتی ہے یہ حالت تو آج ہے لیکن اسلام سے پہلے عربوں میں تو بے چاری لڑکی کو باعث ننگ و عار تصور کیا جاتا تھا۔ اور ان کو یہ حق بھی نہیں سمجھا جاتا تھا کہ اس کو زندہ رہنے دیا جائے بہت سے سخت دل باپ اپنی بچی کا گلا گھونٹ کر اس کی زندگی کا چراغ گل کر دیتے تھے یا اس کو زندہ زمین میں دفن کر دیا کرتے تھے بعد میں ایمان لانے کے بعد بعض صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس جرم کا اقرار بھی کیا۔

سنن دارمی میں وضین تبع تابعی سے ایک موقوف روایت ہے کہ ایک شخص نے آکر خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ جاہلیت سے بتوں کو پوجتے تھے اور اولاد کو مار ڈالتے تھے۔

میری ایک لڑکی تھی جب میں اس کو بلاتا تو دوڑ کر میرے پاس آتی ایک دن میرے بلانے پر خوش خوش دوڑی آئی میں آگے بڑھا اور وہ میرے پیچھے چلی آئی میں آگے بڑھتا چلا گیا جب ایک کنویں کے پاس پہنچا جو میرے گھر سے کچھ دور میں تھا اور لڑکی اس کے قریب پہنچی تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کنویں میں ڈال دیا وہ ابا کہہ کر پکارتی رہی اور یہی اس کی زندگی کی آخری پکار تھی رحمت کو نین ﷺ اس پر درد افسانہ کو سن کر آنسو ضبط نہ کر سکے ایک صحابی نے ان صاحب کو ملامت کی کہ تم نے حضور ﷺ کو غمگین کر دیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو جو مصیبت اس پر پڑی ہے وہ اس کا علاج پوچھنے آیا ہے پھر ان صاحب سے فرمایا ہاں میاں تم اپنا قصہ پھر سناؤ انھوں نے دوبارہ پھر بیان کیا آنحضرت ﷺ کی یہ حالت

ہوئی کہ روتے روتے ریش مبارک تر ہو گئی پھر فرمایا کہ جاؤ جاہلیت کے گناہ اسلام کے بعد معاف ہو گئے
آپ نئے سرے سے اپنا عمل شروع کر دو¹

ان کا حال قرآن مجید میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

وَإِذَا بَشَّرَ أَحَدَهُم بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ
أَيُّسْكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ²

ترجمہ: اور جب ان میں کسی کو بیٹی کی خبر دی جاوے تو سارے دن اس کا چہرہ بے رونق اور وہ دل ہی دل میں
گھٹناتا رہے جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہے اور اس کی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے آیا اس کو ذلت پر
لئے رہے یا اس کو مٹی میں گاڑ دے خوب سن لو ان کی یہ تجویز بہت ہی بری ہے۔

یہ تھا لڑکیوں کے بارے میں ان عربوں کا ظالمانہ رویہ جن میں رسول ﷺ مبعوث ہوئے
لیکن حضور کی بعثت کے بعد لڑکیوں کی تربیت پر جنت کا وعدہ کیا گیا۔

عن ابی سعید الخدری قال قال النسا للنبی ﷺ غلبنا علیک الرجال فاجعل لنا یوما
من نفسک فوعدهن یوما لقیہن فیہ فوعظہن وامرہن فکان فیما قال لہن مامنکن امراة تقدم ثلثہ من
ولدها الاکان لہا حجابا من النار فقالت امراة واثنین فقال واثنین³۔

ترجمہ: ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں فرمایا کہ عورتوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ مرد ہم سے
بڑھ گئے ہیں آپ ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی دن مقرر فرمادیجیئے تو آپ نے ان سے کسی دن کا وعدہ

¹ سنن دارمی، ابو محمد عبد اللہ ابن عبد الرحمن دارمی، ص ۷۷، مطبع سعیدی قرآن محل، کراچی، تاریخ اشاعت، صفر المظفر
۱۴۰۸ھ۔

² سورۃ النحل، آیت نمبر ۵۸-۵۹۔ ترجمہ بیان القرآن، ص ۴۸، مولانا اشرف علی تھانوی، ناشر تاج پبلشرز۔

³ الصحیح بخاری، "کتاب العلم" باب هل یجعل للنساء یوم علی حدۃ العلم، جلد اول، ص ۲۰۔

کر لیا اس دن آپ ان سے ملے اور انہیں نصیحت فرمائی اور ان کے مناسب حال عیادت کا انہیں حکم دیا
منجملہ اس کے جو آپ نے فرمایا تھا کہ جو عورت تم سے اپنے تین لڑکے آگے بھیج دے گی تو وہ اس کے لئے
دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائیں گے ایک عورت بولی اور اگر کوئی دو لڑکے آگے بھیجے تو آپ نے فرمایا اور
دو کا بھی یہی حکم ہے۔

ان عائشہ زوج النبی ﷺ حدثتہ قالت جاءتنی امرأة معها ابنتان تسألننی فلم تجد عندی
غیر تمر واحدة فاعطيتها فقسمتها بین ابنتیها ثم قامت فخرجت فدخل النبی ﷺ فقال من بلی
من هذه البنات، شیئا فاحسن الیہن کن له ستر من النار¹
ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت اپنی دو بیٹیاں لیکر آئی اور اس نے مجھ سے
کچھ مطالبہ کیا میرے پاس کھجور کے علاوہ کچھ اور نہیں تھا۔ میں نے اسے کھجور دے دی اس عورت نے
اپنی دو بیٹیوں کے درمیان کھجور تقسیم کر دی اور چلی گئی پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا۔ جس کو
بیٹیوں کے ذریعہ آزمایا گیا پھر اس نے ان بیٹیوں کی صحیح ڈھنگ سے تربیت کی تو وہ بیٹیاں اس کے لئے جہنم کی
آگ سے بچاؤ کا ذریعہ بنے گی۔

¹ الصحیح بخاری، "کتاب الادب" باب رحمۃ الولد وتقبیلہ و معافتہ، جلد دوم، ص ۸۸۷۔

شوہر بیوی کے حقوق

انسانوں کے باہمی تعلقات میں ازدواجی تعلق کی جو خاص نوعیت اور اہمیت ہے اور اس سے جو عظیم مصالح اور منافع وابستہ ہیں، وہ کسی وضاحت کے محتاج نہیں نیز زندگی کا سکون اور قلب کا اطمینان بڑی حد تک اس کی خوشگواہی اور اعتماد پر موقوف ہے پھر جیسا کہ ظاہر ہے اس کا خاص مقصد یہ ہے کہ فریقین کو پاکیزگی کے ساتھ زندگی کی وہ مسرتیں اور راحتیں نصیب ہوں جو اس تعلق ہی سے حاصل ہو سکتی ہے اور آدمی آوارگی اور پراگندگی سے محفوظ رہ کر زندگی کے فرائض و وظائف ادا کر سکے اور نسل انسانی کا وہ تسلسل بھی انسانی عظمت اور شرف کے ساتھ جاری رہے جو اس دنیا کے خالق کی مشیت ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مقصد بھی اسی صورت میں بہتر طریقے پر پورے ہو سکتے ہیں جب کہ فریقین میں زیادہ سے زیادہ محبت و یگانگت اور تعلق میں زیادہ سے زیادہ خوشگواہی ہو۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نکاح کو ہر عمر کے مرد و عورت بلکہ آزاد غلام ہر ایک کے لیے بہتر اور خیر و برکت کا سبب قرار دیا، حکم ہوا۔

وانکحوا الا یامی منکم والصلحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنیهم اللہ من فضلہ
واللہ واسع علیم¹

ترجمہ: اور اپنے میں سے شوہر کی عورتوں کا (خواہ وہ کنواری ہو یا بیوہ) اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں سے صالحوں کا نکاح کر دیا کرو اگر وہ غریب ہونگے تو اللہ ان کو اپنی مہربانی سے غنی کر دے گا، اللہ گنجائش رکھنے والا اور علم والا ہے۔

پھر اس فرض کو یہاں تک ضروری قرار دیا کہ فرمایا اگر کوئی غریب مسلمان کسی شریف خاتون کا خرچ نہیں اٹھا سکتا ہو تو کسی باندی ہی سے نکاح کر لے۔

ومن لم يستطع منكم طولا ان ينكح المحصنة المؤمنة فمن ما ملكت ايماكم من فتياتكم المؤمنة والله اعلم بايماكم بعضكم من بعض¹

ترجمہ: جو تم میں سے اس کی قدرت نہ رکھتا ہو کہ شریف مومن عورتوں سے نکاح کر سکے تو تمہاری ان مومن باندیوں میں سے کسی سے نکاح کرے جو تمہارے قبضہ میں ہو اور اللہ تمہارا ایمان زیادہ جانتا ہے تم ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔

مسرت کی تکمیل میں کسی رفیقہ حیات کی رفاقت کو اسلام نے کتنی اہمیت دی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے فرمایا۔

اتزوج النساء فمن رغب عن سنتي فليس مني²

ترجمہ: میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں تو جس نے میرے طریقے روگردانی کی وہ مجھ سے نہیں۔

اس نکاح کا مقصد صرف ایک فرض کو ادا کرنا نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان کو اپنی رفاقت کے لئے اپنے ایک ہم جنس کی تلاش ہوتی ہے اور یہ خدا کی پیدا کی ہوئی فطرت ہے چنانچہ زن و شوہر کے باہمی اخلاص و محبت کو خدا نے اپنی نشانیوں میں سے ایک قرار دیا ہے۔

ومن آيت ان خلق لكم من انفسكم ازواجا لتسكنوا اليها و جعل بينكم مودة ورحمة ان في ذلك لآيت لقوم يتفكرون¹

1 سورة النساء، آیت نمبر ۲۵۔

2 الصحیح بخاری، "کتاب النکاح"، باب الترغیب فی النکاح، جلد دوم، ص ۷۵۸۔

ترجمہ: اور خدا کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہاری جنس سے تمہاری بیویاں پیدا کی تاکہ تم ان کے پاس سکون پاؤ۔ اور تمہارے آپس میں پیار اور محبت پیدا کر دیا بے شک اس میں سوچنے والوں کے لیے کتنی نشانیاں ہیں۔

میاں بیوی کی باہمی موافقت اور میل جول کو اسلام نے اتنی اہمیت دی ہے کہ ان لوگوں کی سخت برائی کی ہے جو زن و شوہر کے باہمی میل جول اور مہر و محبت میں فرق ڈالیں فرمایا۔

فتیعلمون منها ما یفرقون بہ بین المرء وزوجہ۔²

ترجمہ: تو وہ ان سے وہ سیکھتے ہیں جس سے شوہر اور اس کی بیوی میں تفرقہ ڈالتے ہیں۔

شوہر بیوی باہم اپنے اپنے حقوق کے لحاظ سے گویا برابر ہیں لیکن مرد کو تھوڑا سا مرتبہ اس لیے زیادہ دیا گیا وہ عورت کی دیکھ بھال اور خبر گیری کرتا ہے۔

الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما انفقوا من اموالهم فالصلحت قُنْتُ حَفَظْتُ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفَظَ اللَّهُ.³

ترجمہ: مرد عورتوں پر قوام ہیں اس بنا پر کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس بنا پر کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں پس جو صالح عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور مردوں کے پیچھے اللہ کی حفاظت و نگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔

1 سورة الروم، آیت نمبر ۲۱۔

2 سورة بقرہ، آیت نمبر ۱۰۲، ترجمہ، تفہیم القرآن / مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، ص ۱۴۔

3 سورة النساء، آیت نمبر ۳۴۔

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورت اور مرد کی تخلیق اور ان کے باہمی فرائض کی تشریح کی

ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا
كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا¹

ترجمہ: اے لوگو! اپنے اس پروردگار کا لحاظ کرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیئے اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو یقین جانو اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔

آنحضرت ﷺ ان آیات کو نکاح کے خطبوں میں عموماً پڑھا کرتے تھے ان آیتوں میں انسانیت کے پہلے جوڑے کی پیدائش کا ذکر ہے جس سے کروڑوں مرد و عورت پیدا ہوئے اور پھر اس واقعہ کو تمہید بنا کر یہ نتیجہ ذہن نشین کرایا ہے کہ تو پھر چاہتا ہے کہ ہم اپنے کاروبار اور معاملات میں اپنے اس خالق حقیقی کا، اور ان رشتوں کا لحاظ کریں جو ہماری خلقت کا ذریعہ اور واسطہ ہیں غور سے دیکھو تو معلوم ہو گا کہ ہر قسم کی قرابتوں اور رشتہ داریوں کی جڑ یہی نکاح ہے یہ نہ ہوتا تو دنیا کا کوئی رشتہ پیدا نہ ہو سکتا اس لیے دنیا کی ہر قرابت اور تعلق کا رشتہ اسی کی بدولت وجود میں آیا ہے اور اس نکتہ خیال سے بھی دنیا میں نکاح کی اہمیت بہت بڑی ہے کہ اس سے ساری دنیا کے عزیز میزبانہ مہر و محبت کا اور الفت و مودت کا آغاز ہوتا ہے۔

¹ سورۃ النساء، آیت ۱، ترجمہ تفہیم القرآن، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، ص ۱۳۔

شہر و بیوی کے باہمی حقوق کی تشریح آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع کے مشہور خطبہ میں ان الفاظ میں فرمائی۔

ان عمر بن الاحوص حدثنا ابی انہ شهد حجۃ الوداع مع رسول فحمد الله واثنی علیہ و ذکر و عظم ثم قال استوصوا بالنساء خیرا فانھن عندکم عوان لیس تملکون منھن شیاء غیر ذلک الا ان یاتین بفاحشۃ مبینة فان فعلن فاجروھن فی المضاجع واضربوھن ضربا غیر مبرج فان اطعنکم فلا تبغو علیھن سبیلا ان لکم من نسائکم حقا ونسائکم علیکم حقا فاما حقکم علی نسائکم فلا یوطئن فرشکم من تکرھون ولا یاذن فی بیوتکم لمن تکرھون الا وحقھن علیکم ان تحسنوا الیھن فی کسوتھن وطعامھن۔¹

ترجمہ: عمرو بن الاحوص نے فرمایا کہ وہ حضور کے ساتھ حجۃ الوداع میں حاضر ہوئے آپ نے اللہ کی حمد و ثناء فرمائی اور وعظ و نصیحت کی پھر فرمایا تم عورتوں کے بارے میں یہ خیر کی نصیحت سن لو کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں سوائے صحبت کے تمہارا ان پر کوئی حق نہیں سوائے اس کے اگر وہ بیبیائی کے کام کریں تو تم ان کے پاس سونا چھوڑ دو اور انہیں مارو لیکن ایسا نہیں جو تکلیف دہ ہو اگر وہ تمہارا حکم مانیں تو تم ان پر کوئی زیادتی نہ کرو تمہارا حق عورتوں پر اور عورتوں کا حق تم پر ہے تمہارا حق عورتوں پر یہ ہے کہ وہ بدکاری نہ کریں جن لوگوں سے تم ملنے کو برا سمجھتے ہو انہیں تمہاری اجازت کے بغیر مکان میں آنے کی اجازت نہ دیں خوب سن لو کہ ان کا حق پر یہ ہے کہ ان کی خوراک اور لباس کا خیال رکھو۔

¹ سنن ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب حق المرأة علی الزوج، جلد اول، ص ۱۳۳۔

دوسری حدیث میں فرمایا:

ان رجلا سأل النبی ﷺ ماحق المرأة علی الزوج قال ان یطعمها اذا طعم وان یکسوها اذا کتسه ولا یضرب الوجه ولا یتقبح ولا یجهر الا فی البیت¹

ترجمہ: ایک شخص نے حضور سے دریافت کیا بیوی کا حق خاوند پر کیا ہے آپ نے فرمایا جب خود کھائے تو اسے کھلائے اور جب خود پہنے تو اسے پہنائے تو اس کے منہ پر نہ مارے اسے برا نہ کہے اور گھر کے علاوہ تنہا کہیں نہ چھوڑے۔

یہ عورتوں کے لیے کتنا بڑا شرف ہے اور اس میں ان کے سربراہ شوہروں کو کتنی سخت آگاہی ہے وہ بات یاد رکھیں کہ ان کی بیویاں اللہ کے امان میں ہیں۔

دوسری طرف آپ نے عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے شوہروں کی پوری اطاعت کریں یہاں تک فرمایا۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال کنت امرا احدا ان یسجد لا احدا مرت المرأة ان تسجد لزوجها²

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

¹ سنن ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب حق المزة علی الزوج، جلد اول، ص ۱۳۳۔

² سنن ترمذی، "ابواب الرضاع"، باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأة، جلد اول ص ۱۳۸۔

خاندان کا استحکام بچوں کی تربیت اور گھریلو زندگی کی برکتوں کا انحصار بڑی حد تک اس پر ہے کہ ازدواجی زندگی میں عورت کا رویہ درست رہے گھر کے نظم کو درست رکھنے کے لیے شوہر کی فطری قوامیت کو سامنے رکھنا اور خوشدلی سے اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کی تعمیل کرنے والیوں کو اللہ کی خوشنودی اور جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

عن ام سلمة قال قال رسول الله ايها امرأة باتت و زوجها عنها راض دخلت الجنة -¹
ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو عورت اس حالت میں انتقال کر جائے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ بہشت میں داخل ہوگی۔

ازدواجی رشتے کے بارے میں ایک جامع نصیحت حدیث رسول میں ہے۔

عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا يفرک مؤمن مؤمنة إن کره منها خلقا رضی منها
آخر۔²

ترجمہ: ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یعنی کوئی مومن مرد کسی مومن عورت سے بغض نہ رکھے اگر عورت کی ایک خصلت اس کو ناپسند ہو تو اس کے اندر کوئی دوسری خصلت موجود ہوگی جو اس کو پسند آئے۔

اصل یہ ہے کہ کسی عورت یا مرد کے اندر ساری اچھی صفت نہیں پائی جاتیں یہ فطرت کا نظام ہے کہ کسی کے اندر ایک صفت موجود ہوتی ہے تو اس کے اندر دوسری صفت موجود نہیں ہوتی مثلاً عام طور پر

¹ سنن ترمذی، "ابواب الرضاع"، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة، جلد اول ص ۱۳۸۔

² الصحیح مسلم، "کتاب الرضاع"، باب الوصية بالنساء، جلد اول، ص ۷۵۔

دیکھا گیا ہے کہ ایک عورت یا مرد اگر ظاہری دل کشی کے اعتبار سے زیادہ ہوں تو وہ داخلی خصوصیات کے اعتبار سے کم ہوں گے اور اگر کسی میں داخلی خصوصیات زیادہ ہوں تو اس کے اندر خارجی صفات کم پائی جائیں گی۔

انسان کا یہ مزاج ہے کہ وہ کسی کے منفی پہلو کو زیادہ دیکھتا ہے اس کے مثبت پہلو اکثر اس کی نگاہ سے او جھل ہو جاتے ہیں یہ ایک تباہ کن مزاج ہے اسی مزاج کی وجہ سے رشتوں میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اس کے بجائے اگر ایسا کیا جائے کہ مثبت پہلو پر دھیان دیا جائے اور منفی پہلو کو نظر انداز کر دیا جائے تو تعلقات خود بخود خوش گوار ہو جائیں گے ایسا کرنے کی صورت میں ہر مرد کو اس کی بیوی بہترین رفیق حیات دکھائی دے گی اور ہر عورت کو اس کا شوہر بہترین رفیق زندگی نظر آئے گا۔

اللہ رب العزت نے کسی عورت یا مرد کو کمتر پیدا نہیں کیا حقیقت یہ ہے کہ ہر عورت اور ہر مرد اپنے آپ میں باعتبار تخلیق کامل ہوتے ہیں یہ ہمارے اپنے فہم کا قصور ہے کہ ہم کسی کو کم اور کسی کو زیادہ سمجھ لیتے ہیں عورت اور مرد اگر اس حقیقت کو جان لے تو ان کی زندگی شکر کی زندگی بن جائے شکایت یا محرومی کا احساس ان کے اندر باقی نہ رہے اور پھر وہ زیادہ بہتر طور پر زندگی کی تعمیر کے قابل ہو جائیں۔

پڑوسی کے حقوق

انسانی دنیا میں زندگی گزارنے میں ایک شخص دوسرے کی احتیاج محسوس کرتا ہے اور کوئی کسی سے بے نیاز نہیں ہے چاہے وہ دولت و ثروت والا ہو، یا پھر نان شبینہ کا محتاج ہو کہیں نہ کہیں دوسروں کے مدد کی ضرورت پڑ جاتی ہے سب سے کٹ کر تنہا زندگی گزارنے والا انسان اپنے آپ کو دکھی محسوس کرتا ہے اور سب سے زیادہ معاشرہ میں انسان اپنی ضرورت کی تکمیل اپنے پڑوسی سے کرتا ہے۔

پڑوسیوں میں محبت کی ترقی اور تعلقات کی استواری کا بہترین ذریعہ باہم ہدیوں اور تحفوں کا تبادلہ ہے آنحضرت ﷺ ازواج مطہرات کو اس کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

عن عائشہ قالت قلت یا رسول اللہ ان لی جارین فالی ایہما اہدی قال الی اقربہما منک بابا۔¹

ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے پوچھا، یا رسول اللہ میرے دو پڑوسی ہیں تو میں ان میں سے کس کے پاس ہدیہ بھیجوں فرمایا جس کے گھر کا دروازہ تمہارے گھر سے قریب ہو۔

اس ہدیہ کے لئے کسی بیش قیمت چیز کی ضرورت نہیں بلکہ کھانے پینے کی معمولی چیزیں بھی اس کے لئے کافی ہیں جسا کہ حدیث میں ارشاد فرمایا۔

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ ﷺ یا اباذر اذا طبخت مرقۃ فاكثر ماء ہا و تعاہد جیرانک۔²

¹ صحیح بخاری، "کتاب الادب" باب الجوار فی قرب الابواب، جلد دوم، ص ۸۹۰۔

² صحیح مسلم، "کتاب البر والصلة الادب" باب الوصیۃ بالجار والاحسان الیہ، جلد دوم، ص ۳۲۹۔

ترجمہ: ابی ذر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو ذر جب شور باپکاؤ تو پانی بڑھا دو اور اس سے اپنے ہمسایوں کی خبر گیری کرتے رہو۔

عن عائشة أن رسول الله ﷺ قال مازال جبرئيل يوصيني بالجار حتى قلت ليورثه -¹

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پڑوسی کے سلسلے میں حضرت جبرائیلؑ مجھکو وصیت کیا کرتے تھے یہاں تک کہ مجھکو گمان ہونے لگا کہ وہ وراثت میں اس کا حصہ مقرر کریں گے۔

ایک مسلمان کی مروت اور شرافت کا یہ اقتضا نہیں کہ خود آرام سے رہے اور اپنے پڑوسی کے رنج و تکلیف کی پروا نہ کرے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مومن وہ نہیں جو خود سیر ہو اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو بھوکا رہے²

اپنے پڑوسیوں کی مدد اور میٹھی بول، پیار و محبت کا اظہار اور اس کے کام آنا انسانی زندگی کا معراج ہے ہم نمازوں اور تسبیحات کے پابند ہوں ہماری نماز تہجد کبھی فوت نہیں ہوتی ہے لیکن اگر ہمارا پڑوسی ہم سے بیزار ہو ہماری زبان سے نکلی ہوئی باتیں اس کے دل کو چوٹ پہنچاتی ہو تو ہماری یہ نمازیں کسی کام کی نہیں ایسے شخص کے بارے میں رسول نے فرمایا۔

عن أبي هريرة قال قال رجل يا رسول الله ان فلانة تذكركم كثرة صلاتها و صيامها و صدقتها غير أنها تؤذي جيرانها بلسانها قال هي في النار قال يا رسول الله فان فلانة تذكركم من قلة

¹ سنن ابوداؤد، "کتاب الادب" باب فی حق الجوار، جلد اول، ص ۷۰۱۔

² سیرت النبی، "علامہ شبلی نعمانی و سید سلیمان ندوی" جلد پنجم، ص ۱۳۸۔

صيامها وصدقتها وصلاتها وأنها تصدق بالأثوار من الأقط ولا تؤذى جيرانها بلسانه قال هي في الجنة¹

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے ایک آدمی اللہ کے رسول کے پاس آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول فلاں عورت کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ وہ نمازیں بکثرت پڑھتی ہے روزے بکثرت رکھتی ہے اور صدقہ و خیرات بھی بہت کرتی ہے مگر ساتھ ہی وہ اپنے پڑوسیوں کو زبان سے تکلیف بھی پہنچاتی ہے آپ نے فرمایا کہ وہ عورت جہنم میں جائے گی پھر اس آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول فلاں عورت کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ وہ نمازیں کم پڑھتی ہے روزے بھی کم رکھتی ہے اور صدقہ و خیرات بھی کم دیتی ہے کبھی پنیر کے کچھ ٹکڑے صدقہ کر دیا کرتی ہے البتہ وہ اپنے ہمسایوں کو زبان سے تکلیف نہیں دیتی آپ نے فرمایا وہ عورت جنت میں جائے گی۔

اسلام صرف یہی چاہتا کہ پڑوسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے بلکہ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اس کی معاشی اخلاقی ہر طرح کی مدد کی جائے اور اس کے ساتھ انتہائی شریفانہ رویہ اختیار کیا جائے تاکہ سوسائٹی کا ہر فرد اس یقین اور اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرے کہ وہ خیر خواہ انسانوں کے درمیان جی رہا ہے جن سے اسے کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی وہ کسی بھی آڑے وقت میں اس کی مدد کے لیے دوڑ پڑیں گے اور اس کے دکھ درد میں بھائیوں کی طرح کام آئیں گے اس معاملہ میں اسلام کی ہدایات کا اندازہ حدیث سے ہو سکتا ہے۔

عن سعيد عن ابى شريح الخزاعى ان النبى ﷺ قال والله لا يؤمن والله لا يؤمن والله لا يؤمن قال رسول الله قال الذى لا يامن جاره بوائقة تابعه شبابة¹

ترجمہ: ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔ خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں ہے، خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں ہے، خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں ہے آپؐ سے دریافت کیا گیا کہ وہ شخص کون ہے آپؐ نے فرمایا وہ شخص جس کے ضرر اور ناگہانی مصائب سے اسکا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔

حدیث کے الفاظ میں غور کر کے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کیسے جلال سے معمور ہے اور جس وقت آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا ہو گا اس وقت آپ ﷺ کا حال اور آپ ﷺ کے خطاب کا انداز کیا رہا ہو گا بہر حال اس پر جلال ارشاد کا مدعا اور پیغام یہی ہے کہ ایمان والوں کے لیے لازم ہے کہ پڑوسیوں کے ساتھ ان کا برتاؤ اور رویہ ایسا شریفانہ رہے کہ وہ ان کی طرف سے بالکل مطمئن اور بے خوف رہیں ان کے دلوں اور دماغوں میں بھی ان کے بارے میں کوئی اندیشہ اور خطرہ نہ ہو اور اگر کسی مسلمان کا یہ حال نہیں ہے اور اس کے پڑوسی اس سے مطمئن نہیں ہے تو حضور کا ارشاد ہے کہ اسے ایمان کا مقام نصیب نہیں ہے۔

عن عبد الله بن عمر وابن العاص رضى الله عنهما عن النبى ﷺ قال المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده²

1 الصحیح بخاری، "کتاب الادب" باب اثم من لا یامن جاره بوائقة، جلد دوم، ص ۸۸۹

2 الصحیح بخاری، "کتاب الايمان"، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده، جلد اول، ص ۶

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (صحیح معنوں میں) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ کوئی ایسا عمل نہ کرے جس سے دوسروں کو تکلیف ہو۔ حقیقی معنوں میں مسلمان وہی ہے جو شریعت کی منع کی ہوئی چیزوں سے باز رہے اور جس کی زبان و ہاتھ کی شرارت سے دوسرے لوگ خود کو عافیت میں محسوس کریں اگر معاشرے کے ہر فرد کے دل میں یہ بات بیٹھ جائے تو کسی کو کسی سے کوئی تکلیف نہ ہو ایک مسلمان کی اپنی عملی زندگی کا یہ رویہ عام انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

پڑوسیوں اور ہمسایوں کے حقوق کی اسلام میں بڑی تاکید کی گئی ہے پڑوسیوں کے لیے مسلمان ہونا ضروری نہیں خواہ وہ کوئی بھی پڑوسی ہو اس کا خیال رکھنا دوسرے پڑوسی کی ذمہ داری ہے پڑوسی کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالْجَارُ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارُ الْجَنْبِ وَالصَّاحِبُ بِالْجَنْبِ¹

ترجمہ: اور پڑوسی رشتہ دار سے اجنبی ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھی سے حسن سلوک کرو۔

انسان جن لوگوں کے درمیان رہتا ہے اور جو اس کے ہمسایہ ہیں اور جن سے وہ اپنی سماجی اور معاشرتی زندگی میں الگ تھلگ نہیں رہ سکتا ان کے حقوق ظاہر ہے ان لوگوں سے زیادہ ہیں جن سے اس کا اس نوعیت کا تعلق نہیں ہوتا، یہاں پڑوسی اور ہمسایہ کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں ایک وہ جو ہمسایہ ہونے

کے ساتھ رشتہ دار بھی ہے دوسرا وہ جس سے صرف ہمسائیگی کا تعلق ہے تیسرا وہ جس کا اتفاق سے یا کبھی کبھی ساتھ ہو جاتا ہے جیسے سفر میں، دفتر اور آفس میں، اسکول اور کالج میں کارخانہ اور فیکٹری میں تجارت اور کاروبار میں جن لوگوں کے ساتھ اس طرح کا ساتھ ہو وہ بھی ایک طرح کے ہمسایہ ہیں پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت دنیا کے سب مذاہب نے بیان کی ہے لیکن اسلام نے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم ہی نہیں دی بلکہ ہمسائیگی اور پڑوس کا اس قدر وسیع تصور دیا کہ دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی اگر انسان کے ساتھ کسی بھی نوعیت کا تھوڑی بہت دیر کے لئے بھی ساتھ ہو جائے تو اس کا حق قائم ہو جاتا ہے اگر یہ رفاقت مستقل ہو تو اس کا حق بھی بڑھ جاتا ہے۔

معاشرے میں نیک پڑوسیوں کی حیثیت دائیں بازو کی سی ہے کیونکہ یہی ہمارے رنج و غم اور خوشی و مسرت کے مواقع پر پیش پیش رہتے ہیں اور کسی ناگہانی آفت پر اپنے رشتہ داروں اور بہت سے اعضاء و اقارب سے پہلے یہی کام آتے ہیں صبح و شام اور رات و دن کے کسی بھی حصہ میں ضرورت پڑ جائے تو انھیں سے مدد مل سکتی ہے لیکن ایسا صرف اسی وقت ہو گا جب پڑوسی اچھے ہوں اور اچھے پڑوسی خوش قسمتی ہی سے ملتے ہیں۔

اگر کسی کو نیک پڑوسی مل جائیں تو اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اور ان پڑوسیوں کی عزت کرنی چاہئے اس لیے کہ نیک پڑوسی کی وجہ سے بہت سی پریشانیاں اور مصیبتیں ختم نہیں تو کم ضرور ہو جاتی ہے عام طور پر ہمیں اکثر تکلیف غیروں سے کم اور پڑوسیوں سے زیادہ ہوتی ہے اور جب پڑوسی ہی نیک مل جائیں تو گویا ایک بڑی مصیبت سے نجات مل گئی لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اگر پڑوسی نیک ہے تو

آپ اس کی شرافت سے ناجائز فائدہ اٹھائیں جس طرح آپ اس کی طرف سے مطمئن ہیں اسی طرح آپ کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ پڑوسی بھی آپ کی طرف سے ہر اعتبار سے مطمئن ہو۔

معاشرے میں رہنے بسنے والے افراد جب باہم مل کر رہتے ہیں اور ان کے اندر یکجہتی اور یگانگت، باہمی تعاون اور ہمدردی کا جذبہ پایا جاتا ہو تو معاشرہ مستحکم ہوتا ہے اور اس کی بنیادیں مضبوط ہوتی ہیں اس کے تمام افراد باہم مسرت و شادمانی کی زندگی گزارتے ہیں اس کے برعکس اگر ان کے اندر یکجہتی اور محبت نہ ہو اور باہمی تعاون کا فقدان ہو تو سب بکھر کر رہ جاتا ہے انکا چین و سکون غارت ہو جاتا ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے عام مسلمانوں کو خواہ مرد ہوں یا عورت، ایذا و تکلیف دینے سے منع فرمایا ہے۔

غیر مسلموں کے حقوق

اسلام دین فطرت ہے اس لیے وہ انسانی زندگی کے ہر پہلو سے بحث کرتا ہے اور کسی پہلو کو بھی تشنہ نہیں چھوڑتا اسلامی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام ہر حال میں انسانیت کی تعمیر اور انسانوں کی فلاح بہبود کی کوشش کرتا ہے۔ بحیثیت انسان تمام ہی لوگ اسلام کی نظر میں محترم ہیں چنانچہ سبھی کے ساتھ انسانی سلوک کرنا ضروری ہے اور سبھی کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں ایک دوسرے کو باہم مربوط کرنے اور ایک دوسرے کی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے اسلام نے ایک دوسرے کے باہم حقوق متعین کیے ہیں تاکہ لوگ ایک دوسرے سے مربوط ہو کر اور محبت و خلوص سے پیش آکر پر امن زندگی گزاریں اور پریشانیوں کا سامنہ نہ کریں۔

امت مسلمہ کے لیے یہ بات لازم ہے کہ وہ حقوق العباد کا پورا پورا خیال رکھیں اور حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی بھی تکمیل کریں حقوق کا تعین کرتے ہوئے دین اسلام نے ان لوگوں کے حقوق بھی اہل اسلام پر متعین کیے جو دائرہ اسلام سے باہر ہیں کیوں کی بہر حال غیر مسلم بھی انسان ہوتے ہیں اور آدمیت کے زمرے میں آتے ہیں اس لیے آدمیت کے لحاظ سے ان کا بھی احترام کیا جائیگا پھر وہ دگار عالم نے ارشاد فرمایا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ¹

ترجمہ: اے لوگوں! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تمہاری قومیں اور برادریاں کیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہنچاؤ اور حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے آدمیت کا بڑا احترام کیا ہے تاکہ بحشتیت آدمیت تمام انسان ایک دوسرے کے نزدیک محترم ہوں اور کسی بھی حال میں انسانوں کی حقارت یا توہین نہ ہو۔

عن ابی نضرۃ حدثنی من سمع خطبۃ رسول اللہ فی وسط ایام التشریق فقال یا ایہا الناس الا ان ربکم و احد وان اباکم واحد الا فضل لعربی علی العجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا اسود علی احمر الا بالتقویٰ۔¹

ترجمہ: ابی نضرہ سے روایت ہے کہ مجھ سے بیان کیا اس شخص نے جس نے ایام تشریق کے درمیان میں آپ کا خطبہ سنا آپ نے ارشاد فرمایا اے لوگوں! آگاہ ہو جاؤ بلاشبہ تمہارا رب ایک ہے تمہارے باپ ایک ہیں کسی عربی کو نہ عجمی پر فوقیت ہے اور نہ کسی عجمی کو عربی پر اور نہ کسی سرخ کو سیاہ پر اور نہ کسی سیاہ کو سرخ پر مگر تقویٰ کی بنیاد پر۔

چنانچہ اسلامی نقطہ نظر سے کسی کو برادری و خاندان پر فخر کرنے کی ضرورت نہیں بنی علیہ الصلوٰۃ و السلام کی یہ حدیث ان لوگوں کے لیے قابل عمل ہے جن کے درمیان گورے اور کالے کا تصور ہے اور محض رنگ کی بنیاد پر عرصہ دراز سے ان کے مابین کشیدگی جاری ہے انسانیت کے احترام میں اسلام نے مسلمانوں پر غیر مسلموں کا بھی حق رکھا ہے کہ انسانیت کے لحاظ سے نہ صرف مسلمانوں کا حق ہے بلکہ غیر مسلموں کا بھی حق ہے۔

¹ مسند احمد، جلد پنجم، ص ۴۱۱، قدیم ایڈیشن۔

قربت اور رشتہ داری کی بنیاد والدین ہوتے ہیں اس وجہ سے قرآن مجید نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی خاص تاکید کی ہے اس میں گو کہ غیر مسلم بھی آتے ہیں لیکن غیر مسلم والدین کی طرف سے کبھی جارحانہ رویہ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے اور نزول قرآن کے وقت مسلمان نوجوان اس رویہ سے دوچار تھے اس صورت حال میں اندیشہ تھا کہ مسلمان اولاد پر اس کار د عمل ہو اور وہ غیر مسلم والدین کے ساتھ کوئی نامناسب سلوک کر بیٹھیں اس لیے ہدایت کی گئی کہ عقیدہ ہر چیز پر مقدم ہے ماں باپ اگر توحید کے مقابلہ میں شرک و کفر کی دعوت دیں اور اس پر اصرار کرنے لگیں تو ان کی بات ناقابل قبول ہوگی اور کسی حال میں نہیں مانی جائے گی لیکن ان کی زیادتیوں کے باوجود ان کے دنیوی حقوق ادا کیے جائیں گے اور وہ کبھی نظر انداز نہ ہوں گے۔

و وصینا الانسان بوالديه حملته أمه وهنا على وحن وفضله في عامين ان اشكرلى ولوا ديك الى المصيره وان جاهدك على ان تشرك بى ما ليس لك به علم فلا تطعهما وصاحبهما في الدنيا معروفا۔¹

ترجمہ: ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہنچانے کی تاکید کی ہے اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے اس لیے ہم نے اسے نصیحت کی کہ تم میرا ہی شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شرک کرے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو ان کی بات نہ مانیں اور ان کے ساتھ معروف کے اپنا برتاؤ رکھ۔

ان آیات میں صاف طور پر ہدایت کی گئی ہے کہ والدین کے ساتھ چاہے وہ مشرک ہی کیوں نہ ہو حسن سلوک کیا جائیگا ان کے شرک و کفر کی وجہ سے کسی قسم کی بد سلوکی روانہ ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی مشرک والدین کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت فرمائی ہے اس کا ثبوت حدیث سے ملتا ہے

عن اسماء بنت ابی بکر قالت قدمت علی امی وہی مشرکة فی عهد رسول اللہ فاستفتیت رسول اللہ قالت وہی راغبۃ افاصل امی قال نعم صلی امک¹

ترجمہ: اسماء بنت ابی بکر فرماتیں ہیں کہ میری ماں جو مشرک تھیں مجھ سے ملنے آئیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ مجھ سے وہ کچھ توقع لے کر آئیں ہیں کیا میں ان کے ساتھ تعاون و ہمدردی کر سکتی ہوں آپ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

فقہ حنفی میں کہا گیا ہے کہ آدمی کے والدین چاہے مسلمان ہوں یا کافران کا نان و نفقہ اس پر واجب ہے اس کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر والدین کے ساتھ بھی برتاؤ میں معروف کی پابندی کا حکم دیا ہے اس کا تقاضہ ان الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

لیس من المروف ان یعش فی نعم اللہ تعالیٰ ویترکھا جوعاً²

یعنی یہ کوئی نیکی اور بھلائی نہیں ہے کہ آدمی خود تو اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا رہے اور والدین کو بھوکا مرنے چھوڑ دے۔

¹ الصحیح مسلم "کتاب الزکاة"، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین والزوج والاولاد والوالدین ولو کانوا مشرکین، جلد اول، ص ۳۲۴۔

² ہدایہ، جلد دوم، ص ۴۲۵، مطبع المجتبائے، دہلی۔

قرآن مجید نے والدین کے ساتھ رشتہ داروں کے حقوق بھی بیان کیے ہیں اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی بار بار تاکید کی ہے احادیث میں بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے اس میں مسلم اور غیر مسلم رشتہ دار دونوں ہی آتے ہیں بعض قانونی احکام میں ان کے درمیان فرق ہے لیکن حسن سلوک اور تعاون و ہمدردی کے غیر مسلم رشتہ دار بھی مستحق قرار دئے گئے ہیں۔

قرآن مجید نے وراثت کے سلسلہ میں یہ قانون بیان کیا ہے کہ آدمی کے خونی رشتہ دار ہی اس کے وارث ہو سکتے ہیں غیر رشتہ دار وارث نہیں ہو سکتے ورثاء کا اس نے تعین کر دیا ہے۔

وَلِكُلِّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدُ وَالْأَقْرَبُونَ¹

ترجمہ: ہم نے ہر ایک کے لیے جو کچھ والدین اور قرابت دار چھوڑ جائیں اس کے وارث مقرر کر دیے ہیں۔

اسلامی قانون وراثت میں دین کا بھی اعتبار کیا گیا ہے اس کی رو سے مسلم اور غیر مسلم ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے ایک مسلمان کی وراثت کا حق اس کے مسلمان قرابت داروں ہی کو ہے غیر مسلم قرابت دار اس کے وارث نہیں ہوں گے اس طرح غیر مسلم کی وراثت کا حق اس کے غیر مسلم رشتہ داروں ہی کو حاصل ہوگا مسلمان رشتہ دار اس سے محروم رہے گا۔ رسول اللہ ﷺ کی واضح حدیث ہے۔

لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ²

ترجمہ: مسلمان نہ تو کافر اور نہ کافر مسلمان کا وارث ہوگا۔

اسلام کی عمومی تعلیمات کو سمجھنے کے لیے اور ایک مثال غیر مسلم پڑوسیوں سے تعلقات کی ہے۔

¹ سورۃ النساء، آیت نمبر ۳۳

² الصحیح بخاری "کتاب الفرائض"، باب لایرث المسلم الکافر، جلد دوم، ص ۱۰۰۱۔

انسان کا عملاسب سے قریبی تعلق اس کے پڑوسی سے ہوتا ہے یہ تعلق جتنا مضبوط ہو وہ اتنا ہی سکون اور اطمینان محسوس کرتا ہے اگر کسی کو یہ یقین ہو کہ پڑوسی اس کے لئے خطرہ نہیں ہے اس سے اُسے کوئی نقصان نہیں پہونچے گا بلکہ اس کی جان مال اور عزت و آبرو محفوظ رہے گی اور وہ اس کے دکھ درد اور آسائش و راحت میں شریک ہوگا تو وہ یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ کاروبارِ حیات میں اپنی ذمہ داری ادا کر سکتا ہے ورنہ سخت دشواریوں سے گزرے گا اسلام نے انسان کو بہترین پڑوسی بننے کی تعلیم دی ہے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ جارہ۔¹
ترجمہ: ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے پڑوسی کو اذیت نہیں پہونچانی چاہئے۔

پڑوسیوں کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم عام ہے اس کے مستحق مسلمان پڑوسی کی طرح غیر مسلم پڑوسی بھی ہیں۔

عن عبد اللہ بن عمر وانہ ذبح شاة فقال اھدیم لجاری الیھود فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ما زال جبرئیل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ۔²

ترجمہ: ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے یہاں بکری ذبح ہوئی تو آپ نے گھر والوں سے ایک سے دوبار دریافت کیا کہ ہمارے فلاں یہودی پڑوسی کو اس میں سے کچھ بھیجا ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ

¹ سنن ابوداؤد "کتاب الادب"، باب فی حق الجوار، جلد اول، ص ۷۰۱

² سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی حق الجوار، جلد اول ص ۷۰۱

نے فرمایا کہ جبرائیل مجھے پڑوس کے سلسلہ میں اس قدر تاکید کرتے تھے کہ مجھے خیال ہوتا تھا کہ وہ اسے وارث نہ بنادیں

قرآن مجید میں پڑوسی کی ایک قسم "الجارالجنب" بتائی گئی ہے بعض علماء نے اس سے یہودی اور نصرانی مراد لیے ہیں اس حوالے سے علامہ قرطبی کہتے ہیں۔

فالوصاة بالجار مأمور بها مندوب اليها مسلمانان او كافرا¹

ترجمہ: پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے یہ مندوب اور پسندیدہ ہے پڑوسی چاہے مسلمان ہو یا کافر۔
اس سے صاف واضح ہے کہ اسلام کی اخلاقی تعلیمات عام ہیں ان کا تعلق صرف مسلمانوں سے نہیں ہے ان پر عمل جس طرح اسلام کے ماننے والوں کے ساتھ ہو گا اسی طرح دیگر مذاہب والوں کے ساتھ بھی ہو گا۔

¹ الجامع الاحکام، من تفسیر القرطبی، الجزء الخامس، ص ۱۸۴، مطبع، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان۔

یتیموں کے حقوق

یتیم انسانی سوسائٹی کا وہ کمزور ترین فرد ہے جو اپنی پرورش و پرداخت میں معاشرہ کے دوسرے افراد کا انتہائی ضرورت مند ہے اور قرآن نے مسلمان کو پابند بنایا ہے کہ وہ ان کے حقوق کی پوری نگہداشت کریں اور انسانیت کے اس سرمایہ کو ضائع نہ ہونے دیں۔

یتامیٰ خصوصی توجہ اور خاص حسن سلوک کے مستحق ہیں اللہ جلّ شانہ نے ہزاروں سال قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ بنی اسرائیل سے عہد لیا تو اس میں اپنی عبادت کے بعد حسن سلوک کو دوسرے درجہ پر رکھا چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

واذاخذنا ميثاق بني اسرائيل لا تعبدون الا الله و بالوالدين احسانا و بذي القربى واليتيم¹
ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور حسن سلوک کرنا ماں باپ سے قرابت داروں سے اور یتیموں سے۔

ہادیٰ برحق ﷺ نے خود بھی اپنی امت کو یہی تلقین فرمائی۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ کا فل الیتیم لہ اولغیرہ انا وھوکھاتین فی الجنۃ
واشار مالک بالسبابة والوسطی²

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یتیم کی کفالت کرنے والا چاہے وہ اس کا ہو یا کسی دوسرے کا (رشتہ دار ہو یا اجنبی) وہ اور میں جنت میں اس طرح قریب ہوں گے جیسے میری یہ

¹ سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۸۳

² الصحیح مسلم "کتاب الزہد"، باب فضل الاحسان الی الارملۃ و المسکین و الیتیم، جلد دوم، ص ۳۱۱۔

دوانگلیاں ہیں اسے حدیث کے راوی مالک نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کر کے دکھایا۔

مومن کو چاہئے کہ خود بھی یتیموں اور مسکینوں کا خیال رکھے انہیں اپنے مال میں سے دیتا رہے ان کے کھانے پینے کا اہتمام کرے اور دوسروں کو بھی اس نیک عمل کی تلقین کرے و ترغیب دے ایسا نہ کرنا اسلامی اعمال کے خلاف ہے اور اس سے دل سخت ہو جاتے ہیں قرآن کریم میں یتیموں اور مسکینوں کو کھانا کھلانے پر اور ان کے ساتھ برابر تاؤ کرنے پر مذمت کی گئی ہے۔

سوسائٹی میں سب سے زیادہ قابل رحم حیثیت یتیم کی ہوتی ہے باپ کے مر جانے کے بعد اگر وہ غریب ہے تو کوئی پرسان حال نہیں ہوتا اور اگر باپ نے اس کے لئے کچھ چھوڑا ہے تو ہمدرد اور سرپرست حد شمار سے زیادہ ہو جاتے ہیں تاکہ یتیموں کی کم عمری بے بسی اور مجبوری سے فائدہ اٹھا کر جس طرح چاہیں ان کا مال اپنے تصرف میں لائے اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے چنانچہ سب سے پہلے یتیموں کے ساتھ انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔

وان تقوموا للیتیمی بقلسط^۱۔

ترجمہ: اور یہ کہ یتیموں کے بارے میں تم انصاف پر قائم رہو۔

پھر یہ تاکید کی کہ جب وہ سن شعور کو پہنچ جائیں تو ان کا مال انہیں واپس کر دو۔

فان أنستم منهم رشدا فادفعوا الیهم اموالهم ولا تأکلوها اسرافا و بدارا ان یکبروا^۲۔

^۱ سورۃ النساء، آیت نمبر ۷-۱۲۔

^۲ سورۃ النساء، آیت نمبر ۶۔

ترجمہ: اور ان کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ پھر جب تم ان میں ہوشیاری پاؤ تو ان کے مال ان کو دے دو اور اس خیال سے کہ کہیں وہ بڑے نہ ہو جائیں ان کو زیادتی اور جلدی سے نہ کھاؤ۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ فنعم صاحب المسلم ما اعطی منہ المسلین والیتیم وابن السبیل او کما قال النبی ﷺ وانه من یاخذہ بغير حقہ کالذی یا کل ولا یشیع و یکون شہید اعلیہ یوم القیامۃ¹

ترجمہ: ابی سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا ہی بہتر ہے مسلمان کا مال کہ اس میں سے یتیم، مسکین، اور مسافر کو دیتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اور جو شخص اس کو ناحق لیتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا ہے مگر اس کا پیٹ نہیں بھرتا ہے اور قیامت کے دن اس کے خلاف گواہ ہوگا۔

یتیموں پر خرچ کرنے کی فضیلت اس حدیث سے بھی واضح ہوتی ہے۔

عن زینب امراة عبد اللہ بن مسعود قالت کنت فی المسجد فرایت النبی ﷺ فقالا تصدقن ولومن حلین وکانت زینب تنفق علی عبد اللہ وایتام فی حجرها فقالت لعبد اللہ سل رسول اللہ علیہ وسلم ایجزی عنی ان انفق علیک و علی ایتام فی حجری من صدقته فقال سلی انت رسول اللہ ﷺ فانطلقت الی رسول اللہ ﷺ فوجدت امراة من الانصار علی الباب حاجتها مثل حاجتی فر علینا بلال فقلنا سل النبی ﷺ ایجزی عنی ان اتصدق علی زوجی وایتام بی

¹ الصحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب الصدقة علی الیتیم، جلد اول ص ۱۹۸۔

فی حجری و قلنا لا تخبرنا فدخل فساله فقال من هما قال زينب فقال ای الزیانب قال امراة عبدالله قال نعم لها اجران اجر القرابة واجر الصدقة¹

ترجمہ: حضرت زینبؓ زوجہ عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے زینب نے کہا میں مسجد میں تھی تو میں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ نے فرمایا خیرات کرو اگرچہ تمہارا زیور ہی کیوں نہ ہو اور جناب زینبؓ (اپنے شوہر) کی ذات پر اور چند یتیموں کی ذات پر جو ان کی پرورش میں تھے خرچ کرتی تھیں انھوں نے عبد اللہ سے کہا کہ پوچھو رسول اللہ ﷺ سے کہ وہ صدقہ جو میں تم پر اور یتیم بچوں پر جو میری پرورش میں ہیں خرچ کروں درست ہوگا انھوں نے کہا تم خود ہی رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لو چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچی میں نے ایک انصاری عورت کو دروازے پر پایا اس کی بھی وہی ضرورت تھی جو میری تھی ہمارے سامنے بلالؓ گزرے ہم نے ان سے کہا نبی ﷺ سے پوچھو کہ اپنے شوہر اور ان یتیم بچوں پر جو میری پرورش میں ہیں خرچ کروں تو کیا وہ کافی ہوگا اور ہم نے کہا ہمارا نام نہ لینا بلالؓ اندر گئے اور معلوم کیا حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ دونوں کون عورتیں ہیں بلالؓ نے کہا زینبؓ آپؐ نے فرمایا کون زینب بلالؓ نے کہا عبد اللہ کی بیوی آپؐ نے فرمایا ہاں اس کے لیے دو ہراجر ہے ایک رشتہ داری کا دوسرا صدقہ کا۔

¹ الصحیح بخاری "کتاب النکاح" باب الزکاة علی الزوج والایتام فی الحج، جلد اول ص ۱۹۸۔

عورتوں کے حقوق

ظہور اسلام سے قبل عورت کی سماجی حیثیت نہایت کمزور تھی بعض قوموں میں یہ حال تھا کہ کبھی وہ دان کی جاتی تھی اور اکثر میراث سے محروم رہتی تھی عورتوں کے ساتھ ہر زمانہ میں ظلم ہوتا رہا مرد نے اسے برابر کی حیثیت نہیں دی اسے کمتر سمجھا اس کے حقوق پامال کیے۔ اور اسکے ساتھ غیر اخلاقی بلکہ غیر انسانی رویہ اختیار کیا عورت اپنی طبعی کمزوری کی وجہ سے یہ سب برداشت کرتی رہی۔ اور کبھی احتجاج کی بھی جرات نہیں کی اس صورت حال کو اسلام نے بدلا اور انکو معاشرے میں برابر کا مقام دیا اور انکے خلاف ہر طرح کی دست درازی کو ظلم قرار دیا جائداد میں انکا حق متعین کیا۔ ازدواجی زندگی میں عورت کے حقوق و فرائض متعین کیے عورت کو مرد کا ضمیمہ نہیں بلکہ اس کی انفرادیت کا اعلان کیا اور کہا کہ دونوں خدا بندے اور اس کے سامنے جواب دہ ہیں چنانچہ بیوی کے متعلق مرد کو ہدایت کی کہ اگر اس کی کوئی بات ناپسند ہے تو اسے نظر انداز کر کے اس کے ساتھ معروف طریقہ، اختیار کرو جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسٰی ان تکرھوا شیئاً و یجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔¹

ترجمہ: اور ان کے ساتھ معقول طریقے کا برتاؤ کرو اگر تم ان کو ناپسند کرتے ہو تو بعید نہیں کہ ایک چیز کو تم ناپسند کرو اور اللہ تمہارے لیے اس میں بہت بڑی بہتری پیدا کر دے۔

اسلام نے عورت کی معاشی حیثیت کو مستحکم بنایا عورت پر معاشی ذمہ داری عائد نہیں کی گئی اولاد والدین شوہر کسی بھی رشتہ دار کی معاشی کفالت کرنا اس کی ذمہ داری نہیں ہے۔

قدرت نے عورت کو صنف نازک بنایا ہے اور ساتھ ہی اسے قوت تولید کی عظیم ذمہ داری بھی عطا کی اس لیے وہ حمل ولادت اور رضاعت جیسے ادوار سے گذرتی ہے۔ اس لیے پروردگار نے واجب نہیں کیا کہ وہ اپنی معاش کے لئے مجبور اکام کرے اگر عورت پر اپنا والدین اولاد اور شوہر کا نفقہ واجب ہوتا تو یقیناً عملی زندگی میں بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اب اسلام نے آکر ایک طرف تو اس ضعیف و ناتواں جسم سے ظلم و استبداد جبر و تشدد کی ساری بیڑیاں توڑ ڈالیں اسے مقام انسانیت میں مردوں کے ہمسر قرار دیا۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ¹

ترجمہ: اے لوگوں! ہم نے تم کو ایک عورت اور مرد سے پیدا کیا۔

اسلام نے نہ صرف خطابات خداوندی کا مکلف اور مخاطب بنایا بلکہ یہ بھی کہ وہ عبادت کی اہلیت رکھتی ہے اور احکام دین کی تعمیل میں اجر و ثواب اور قدر و منزلت کے اعتبار سے مردوں سے بھی سبقت لے جاسکتی ہے جیسا کہ قرآن میں بیان ہوا ہے۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَنَتِينَ وَالْقَنَتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ²۔

بلیقین جو مرد اور جو عورتیں مسلم ہیں مومن ہیں مطیع فرمان ہیں راست باز ہیں صابر ہیں اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں صدقہ دینے والے ہیں روزہ رکھنے والے ہیں۔

1 سورة الجرات، آیت نمبر ۱۲۔

2 سورة احزاب، آیت نمبر ۳۵۔

قرآن کریم نے عبدیت و عبادات میں بلا تفریق اگر مردوں کو مسلمین مومنین قانتین، صابرین، خاشعین، صائمین، حافظین، ذاکرین کے خطاب سے سرفراز کیا تو اسی کیساتھ عورتوں کو بھی مسلمات، مومنات، قانتات، صادقات، صابرات، خاشعات، صائمات، حافظات اور ذاکرات سے نوازا اور بلا امتیاز ایسے دونوں طبقوں کو مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت دی۔

اسلام نے نہ صرف عورتوں کے حق ملکیت کو تسلیم کیا بلکہ اپنے مال و دولت میں ہر طرح حق و تصرف، بیع و شراء، عاریت، صدقہ اور ہبہ وغیرہ تصرفات کا اختیار دیا گیا۔ اسے وصیت کرنے کا حق دیا گیا ہے میراث کا اسے مستحق قرار دیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ¹

عورتوں کا والدین اور رشتہ داروں کی وراثت میں حصہ ہے۔

الغرض وہ ہر طرح سے اپنے جائز حقوق کا دفاع کر سکتی ہے اسلام نے اس کی انفرادی اجتماعی اور معاشرتی زندگی کی ہر ناجائز بندش توڑ دی ہے نکاح میں اسے اپنے مرضی اور اختیار کا حق دیا گیا ہے کہ جسے چاہے قبول کرے جیسے چاہے مسترد کر دے پھر اسلام نے نکاح کے حدود بھی متعین کر دیے کہ وہ مالکیت اور مملوکیت کا رشتہ نہیں بلکہ زوجین کے باہمی تعلق اور ربط کا نام ہے اس عقد سے وہ مرد کی غلام نہیں بن جاتی بلکہ یہ ایسی تمدنی و معاشرتی ضرورت ہے جس کے مرد اور عورت دونوں محتاج ہیں اور یہ دونوں کے فطری تقاضوں کی تکمیل ہے البتہ فریقین کی خلقی اور فطری ضرورتوں سے شوہر کو اس پر ایک گونہ برتری حاصل ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وللرجال عليهن درجة¹

ترجمہ: اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے

الرجال قوٰمون على النساء، بما فضل الله بعضهم على بعض و بما انفقوا من اموالهم²

ترجمہ: مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر اور اس واسطے کہ خرچ کئے انہوں نے اپنے مال۔

اسلام نے عورت کی جدوجہد کو صرف علم و فکر کے میدان تک محدود نہیں رکھا اس کی پرواز عمل کے لیے ایک وسیع فضا اور ماحول عطا کیا۔

کتب و سیر سے ثابت ہے کہ ام المومنین خدیجہؓ تجارت کرتی تھیں اور ملکہ تجارت کے لقب سے جانی جاتی تھیں ایک بار رسول اللہ ﷺ کی نگرانی میں مال تجارت شام بھیجا بہت فائدہ ہوا آپ کی امانت داری و دیانتداری سے متاثر ہوئی اور حضرت خدیجہؓ کا نکاح نبی کریمؐ سے ہو گیا۔³

خواتین مرد کی زندگی کا حسین سرمایہ ہے اس سلسلے میں قرآن حکیم میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
ومن ایتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودة ورحمة ان فی ذلک لایت
لقوم یتفکرون۔⁴

1 سورة البقرہ، آیت نمبر ۲۲۸۔

2 سورة النساء، آیت نمبر ۳۴۔

3 سیرۃ ابن اسحق، تالیف، محمد بن اسحاق بن یسار، اشاعت ۲۰۰۰ء، مطبع، نائس پرنٹنگ پریس دہلی، ص ۹۸۔

4 سورة الروم، آیت نمبر ۲۱۔

ترجمہ: اور بیشک اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہاری جنس سے تمہارے لیے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی و دیعت رکھی ہے بیشک اسکے اندر نشانیاں ہیں غور و فکر کرنیوالوں کے لیے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صنف نازک نے محض انسانیت اور اسکی ظاہری شکل و صورت کو ہی نئے سرے سے جنم نہیں دیا ہے بلکہ شیر مادر کے ساتھ ساتھ انسان کے بدن میں جذب ہو کر انس و محبت کو اسکی نس نس میں بسایا ہے یہی وہ ہستی ہے جو درستی کی جگہ شرافت و ہوش مندی کو بیدار کرتی ہے اور وحشت کو محبت و مسرت سے بدل دیتی ہے اسی کے صدقہ میں پھولوں کو حسن و جمال کا غارہ ملا شاخوں کو چمکنے و بل کھانے کا انداز ملا، ایسی صنف نازک کی بدولت انسانوں کے خیمے اور ویران مکانات فردوس بریں کا نمونہ بنے جو انسانی وجود کے لئے رشک کا سامان اور راحت و سلامتی کا نشان قرار پائے بہر کیف نسوانیت محض جسم و خبدہ تک کا نام نہیں ہے بلکہ نسوانیت ابتداء سے بے لوث حسن و جمال، آراستہ و شائستہ جذبات کا جیتا جاگتا مجسمہ ہے۔

کمزور طبقات کے حقوق

قرآن مجید کتاب ہدایت ہے۔ اس میں ہر طبقہ و گروپ کے حقوق و فرائض واضح طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں۔ یوں تو اللہ تعالیٰ اور بندوں کے سبھی حقوق واجب الادا ہیں اور ان میں سے کسی کے تئیں کوتاہی موجب سزا ہوگی تاہم قرآن مجید کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کمزور طبقات کے حقوق کے تئیں زیادہ حساس ہے اور ایسا لگتا ہے ہماری زندگی کی کامیابی و ناکامی کا انحصار بہت کچھ انہی حقوق کی ادائیگی پر ہے۔ قرآن مجید نے ان کمزور طبقات کی جو نشان دہی کی ہے ان کی کل تعداد کم و بیش دس ہے۔ ذیل میں انہی طبقات کے حقوق سے بحث کی جائیگی۔

یتیم

یتیم سے مراد وہ کمسن بچہ ہے جو باپ کے سایہ عاطفت سے محروم ہو جائے۔ یہ معاشرہ کا سب سے زیادہ کمزور طبقہ ہے اور افراد معاشرہ کے ہزاروں لطف و کرم اور عنایت و توجہ کا مستحق ہے۔ نزول قرآن کے وقت عرب معاشرہ میں یتیموں کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ ان کے ساتھ ہر طرح کا ظلم و ستم روا تھا۔ کمزور اور بے سہارا ہونے کی وجہ سے ان کی جائداد تک ہڑپ کر لی جاتی تھی۔

قرآن مجید نے یتیموں کو عزت و وقار بخشا اور والدین اور ذوی القربی کے حقوق کی ادائیگی کے بعد یتیموں کو معاشرے میں حسن سلوک کا اولین مستحق قرار دیا۔ اس سے معاشرہ میں ان کے مقام و مرتبہ کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

لا تعبدون الا الله وبالوالدين إحسانا وذي القربى واليتيمى والمسنكين¹

ترجمہ: اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے۔ والدین کے ساتھ احسان کرو گے۔ قرابت داروں، یتیموں اور مسکینوں کو ان کا حق دو گے۔

یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کو دین داری کا اعلیٰ معیار قرار دیتے ہوئے فرمایا:

وانى المال على حبه ذوى القربى واليتيمى والمسنكين²

ترجمہ: اور اپنے مال، اس کی محبت کے باوجود، قرابت مندوں، یتیموں اور مسکینوں پر خرچ کرو۔

یتیموں کے ساتھ کسی بھی طرح کی ظلم و زیادتی سے باز رہنے اور اسے کمزور پاکر دبانے اور اس

کے حقوق غصب نہ کرنے کی ہدایت کرتے ہوئے فرمایا:

فاما اليتيم فلا تقهر³

ترجمہ: توجو یتیم ہے اس کو مت دباؤ۔

اللہ تعالیٰ یتیموں کے مال کے تحفظ کے تئیں بہت حساس ہے اس لیے بجز نیک نیتی اور بہبود کے اس

کے قریب بھی پھٹکنے سے روکتا ہے۔

ولا تقربوا مال اليتيم إلا بالتي هي أحسن⁴

ترجمہ: اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ پھٹکو مگر اس طریقہ سے جو اس کے حق میں بہتر ہو۔

اور جو لوگ ظلم و زیادتی کے ذریعہ یتیموں کے مال ہڑپ لیتے ہیں ان کا ٹھکانا جہنم قرار دیا:

1 سورة البقرة، آیت نمبر ۸۳۔

2 ایضاً آیت نمبر ۱۷۷۔

3 الضحیٰ، آیت نمبر ۹

4 اسراء، آیت نمبر ۳۴۔

ان الذين ياكلون اموال اليتيمى ظلما اِنْتَا ياكلون فى بطونهم نارا وسيصلون سعيرا¹

ترجمہ: جو لوگ ظلم و نا انصافی سے یتیموں کا مال ہڑپ کر رہے ہیں وہ تو بس اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ دوزخ کی بھڑکتی آگ میں پڑیں گے۔

قرآن مجید یتیموں کے اولیاء کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ یتیموں کے مال کو اپنے ناقص مال سے تبدیل کر کے اسے خرد برد کرنے کی ہرگز کوشش نہ کریں۔

واتوا الیتامى اموالهم ولا تبدلوا الخبیث بالطیب²

ترجمہ: اور یتیموں کے مال ان کے حوالہ کرو، اور اپنے برے مال کو ان کے اچھے مال سے نہ بدلو۔

قرآن مجید یتیموں کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کے لیے ان کے اولیاء اور سرپرست کو اس کی سہولت دیتا ہے کہ اگر وہ ضرورت محسوس کریں اور عدل کے تقاضے پورے کر سکیں تو ان کی ماؤں سے دود و تین تین شادیاں کر سکتے ہیں۔

وان خفتم الا تقسطوا فى الیتیمى فانکحو اما طاب لکم من النساء مثنى وثلث وربع فان خفتم الا تعدلوا فوا حدة³

ترجمہ: اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے معاملہ میں انصاف نہ کر سکو گے تو عورتوں میں سے جو تمہارے لیے جائز ہو ان سے دود و، تین تین، چار چار تک نکاح کر لو اور اگر ڈر ہو کہ ان کے درمیان عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی پر بس کرو۔

1 النساء، آیت نمبر ۱۰۔

2 النساء، آیت نمبر ۲۔

3 النساء، آیت نمبر ۳۔

اسی طرح قرآن مجید یتیموں کے اولیاء کو یہ ہدایت کرتا ہے کہ ان کے مال کی وہ اس وقت تک حفاظت کرتے رہیں جب تک وہ عقلی طور پر سن بلوغ کو نہ پہنچ جائیں اور شعوری طور پر اپنے مال کے تحفظ کے اہل نہ ہو جائیں البتہ اس دوران ان کے مال کو اے تلے اڑا کر ضائع نہ کریں اور اگر وہ خوش حال اور مستغنی ہوں تو یتیموں کے مال سے کچھ بھی لینے سے پرہیز کریں ہاں اگر خود ضرورت مند ہوں تو دستور کے مطابق اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور جب ان کے مال واپس کرنے کا فیصلہ کریں تو کچھ معتبر لوگوں کو گواہ بنالیں تاکہ کسی نزاع اور بدگمانی کا احتمال باقی نہ رہے۔

وَابْتَلُوا الْيَتْمٰنِ حَتّٰى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اَنْتُمْ مِّنْهُمْ رِّشْدًا فَادْفَعُوْا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَاْكُلُوهَا اِسْرَافًا وَّبَادِرًا اَنْ يَّكْبُرُوْا وَّمِنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَّمِنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهَدُوْا عَلَيْهِمْ¹

ترجمہ: اور ان یتیموں کو جانچتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں تو اگر تم ان کے اندر سوجھ بوجھ پاؤ تو ان کا مال ان کے حوالہ کر دو اور اس ڈر سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے اسراف اور جلد بازی کر کے ان کا مال ہڑپ نہ کر دو اور جو غنی ہو اس کو چاہیے کہ وہ پرہیز کرے اور جو محتاج ہو تو وہ دستور کے مطابق اس سے فائدہ اٹھائے۔ پھر جب تم ان کا مال ان کے حوالہ کرنے لگو تو ان پر گواہ ٹھہراؤ۔

قرآن مجید یتیموں کے ساتھ اس طرح حسن سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے کہ انھیں شفقت پداری سے محرومی کا مطلق احساس نہ ہو۔

وَاعْبُدُوْا اللّٰهَ وَلَا تَشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰنِ وَالْيَتٰمٰنِ وَالْمَسْكِيْنَ²

1 سورة النساء، آیت نمبر ۶

2 سورة النساء، آیت نمبر ۳۶

ترجمہ: اور اللہ ہی کی بندگی کرو اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین، قرابت دار، یتیم اور مسکین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

قرآن مجید کی رو سے یتیموں کے ساتھ محض حسن سلوک ہی نہیں بلکہ احسان و اکرام کا معاملہ ہونا چاہیے۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ عزت و تکریم کا معاملہ نہیں کرتے وہ ان کی سخت مذمت کرتا ہے۔

کلا بل لا تکرمون الیتیم¹

ترجمہ: بلکہ تم یتیموں کی قدر نہیں کرتے۔

قرآن مجید مال غنیمت اور مال فتنے میں بھی یتیموں کو حق دار قرار دیتا ہے اور ان کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے ذوی القربی کے معابد اس طرح کرتا ہے جیسے وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں میں شامل ہوں۔ ظاہر ہے کہ اس سے مقصود اس طبقہ کی عزت افزائی ہے۔

واعلموا انما غنمتم من شئ فان لله خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتیم²

ترجمہ: اور جان لو کہ جو کچھ تم غنیمت حاصل کرو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قرابت داروں اور یتیموں کے لیے ہے۔

ما افاء الله على رسوله من اهل القرى فله وللرسول ولذی القربی والیتیم والمسکین³

ترجمہ: جو کچھ اللہ بستیوں والوں کی طرف سے اپنے رسول کی طرف لوٹائے تو وہ اللہ اور رسول اور قرابت مندوں اور یتیموں اور مسکینوں کے لیے ہے۔

1 سورة الفجر، آیت نمبر ۱۷

2 الانفال، آیت نمبر ۴۱

3 سورة حشر، آیت نمبر ۷۔

مختصر آئیہ کہ یتیم معاشرہ کا سب سے زیادہ کمزور طبقہ ہے لیکن مذکورہ آیات میں جس طرح ان کے حقوق کے تحفظ اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور عزت و تکریم کی تاکید کی گئی ہے یہ شرف کسی اور کو حاصل نہیں۔ قرآن یہ چاہتا ہے کہ اسلامی معاشرہ میں یتیم کسمپرسی کی زندگی گزارنے کے بجائے سب کی آنکھوں کا تارہ بن کر رہے اور اس کے حقوق کے تئیں سب چوکنے اور بیدار رہیں اور اسے کسی بھی طرح شفقت پداری سے محرومی کا احساس نہ ہو۔

مسکین:

اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اپنے فقر و مسکنت، عاجزی و درماندگی، جسمانی معذوری، فقدان عزم و حوصلہ کی وجہ سے زندگی کی جدوجہد میں حصہ لینے سے عاجز ہو اور صرف دوسروں ہی کی امداد اس کا سہارا ہو۔ گویا فقر کے ساتھ اس کے اوپر مسکنت و بے بسی کا غلبہ ہو، اس اعتبار سے مسکین وہ فرد ہے جو عام حاجت مندوں کی بہ نسبت زیادہ خستہ حال ہو۔

قرآن مجید معاشرہ کے ایسے کمزور اور خستہ حال افراد پر اپنا قیمتی اور محبوب مال خرچ کرنے کو حقیقی دین داری اور وفاداری کا اعلیٰ معیار قرار دیتا ہے۔

وَأَتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينُ¹

ترجمہ: (وفاداری ان کی وفاداری ہے جو) اپنے مال اس کی محبت کے باوجود قرابت مندوں یتیموں اور مسکینوں پر خرچ کریں۔

چنانچہ ایسے لوگ جو ایسے حاجت مندوں کی ضرورتوں پر نگاہ رکھتے ہیں اور بغیر کسی شکرو ستائش کی تمنائے محض رضائے الہی کے لیے اپنا محبوب اور قیمتی مال ان پر صرف کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی بڑی تحسین کرتا ہے۔

وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مَسْكِينًا¹

ترجمہ: اور وہ مسکین کو کھانا کھلاتے رہے ہیں۔

قرآن مجید نے مسکینوں کے معاشی مسائل حل کرنے کے لیے ہر صاحب مال کے مال میں ان کا حق متعین کر دیا ہے جس کی ادائیگی صاحب مالک پر لازمی ہے اور اگر کوئی شخص اسے ادا نہیں کرے گا تو عند اللہ غصب حقوق کا مجرم قرار پائے گا۔

وَأَتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمَسْكِينُ²

ترجمہ: اور تم قرابت دار کو اس کا حق دو اور مسکین کو۔

قرآن مجید کی رو سے ہر صاحب مال کے مال میں دوسروں کے بھی حقوق ہوتے ہیں جن کو ادا کیے بغیر وہ خدا کی خوشنودی اور آخرت میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔

فَاتِّذِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمَسْكِينُ وَابْنُ السَّبِيلِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ

الْمُفْلِحُونَ³

1 سورة الدهر، آیت نمبر ۸۔

2 سورة اسراء، آیت نمبر ۲۶۔

3 سورة روم، آیت نمبر ۳۸۔

ترجمہ: پس قربت دار کو اور مسکین و مسافر کو اس کا حق دو۔ یہ بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

قرآن مجید کی رو سے جو لوگ مسکینوں کے حقوق کو نہ خود ادا کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو اس پر آمادہ کرتے ہیں وہ خدا کے نزدیک مجرم ہیں مسکینوں کے حقوق ادا نہ کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ ایسے مجرم کو گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

خذوه فغلوه ثم الجحيم صلّوه ثم في سلسلة ذرعتها سبعون ذراعا فاسلكوه
إِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ، وَلَا يَحْضُ عَلَىٰ طَعَامِ الْمَسْكِينِ-¹

ترجمہ: اس کو پکڑو، پھر اس کی گردن میں طوق ڈالو، پھر اس کو جہنم میں چھونک دو یہ خدائے عظیم پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور نہ مسکینوں کے کھلانے پر لوگوں کو ابھارتا تھا۔

مجرمین جہنم میں اپنے جن گناہوں کا اعتراف کریں گے ان میں مسکینوں کے حقوق ادا نہ کرنا بھی شامل ہے۔

قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمَصْلِيْنَ وَلَمْ نَكُ نَطْعَمِ الْمَسْكِينِ-²

ترجمہ: ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے اور نہ غریبوں کو کھلاتے ہی تھے۔

مساکین کے حقوق کی اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن مجید نے صدقات واجبہ میں ان کو اولین مستحقین میں شامل کیا ہے، اب یہ حکومت و معاشرہ کی ذمہ داری ہے اس کو اس طرح ادا کریں کہ ان کی احتیاج باقی نہ رہے۔

1 سورة حاقہ، آیت نمبر ۳۰-۳۴۔

2 سورة مدثر، آیت نمبر ۴۳-۴۴۔

اٰتِی الصّدقات للفقراء والمسکین۔¹

ترجمہ: صدقات تو بس محتاجوں اور مسکینوں کے لیے ہیں۔

قرآن مجید نے مساکین کی احتیاج کو دیکھتے ہوئے مال غنیمت اور مالِ فتنے میں بھی انہیں حق دار بنایا ہے۔ اسی طرح کفارہ قسم، کفارہ شکار، کفارہ ظہار اور فدیہ صوم میں بھی انہیں مستحق قرار دیا ہے۔

قرآن مجید نے ان مختلف جہتوں سے مساکین کے جو حقوق متعین کیے ہیں اگر اسے ایماندار نہ طور پر ادا کیا جائے تو واقعہ یہ ہے کہ مساکین کے سارے مسائل حل ہو جائیں اور وہ بھی معاشرہ میں عزت و وقار کے ساتھ زندگی گزارنے کے قابل ہو جائیں گے اور فی الواقع یہی مطلوب ہے۔

فقیر:

فقیر غنی کی ضد ہے، غنی اس کو کہتے ہیں جو اپنی ذات میں کامل ہو اور خارج سے کسی چیز کا محتاج نہ ہو اس کے بالمقابل فقیر اس کو کہیں گے جو اپنی ذات میں کامل نہ ہو بلکہ خارجی امداد کا محتاج ہو۔ اس معنی و مفہوم پر ذیل کی آیت سے روشنی پڑتی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ۔²

ترجمہ: اے لوگو تم سب اللہ کے محتاج ہو اللہ تو بے نیاز و ستودہ صفات ہے۔

قرآن مجید نے فقیر کے جو اوصاف بیان کیے ہیں آیات ذیل کی روشنی میں اسے جانا اور پہچانا جاسکتا

ہے۔

1 سورۃ توبہ، آیت نمبر ۶۰۔

2 سورۃ فاطر، آیت نمبر ۱۵۔

للفقراء الذين احصروا في سبيل الله لا يستطيعون ضربا في الأرض
 يحسبهم الجاهل أغنياء من التعفف تعرفهم بسيماهم لا يسئلون الناس الخافاً¹
 ترجمہ: یہ ان غریبوں کے لیے ہے جو خدا کی راہ میں گھرے ہوئے ہیں، زمین میں کاروبار کے لیے نقل و
 حرکت نہیں کر سکتے۔ بے خبر خودداری کے سبب ان کو غنی خیال کرتا ہے تم ان کو ان کی صورت سے
 پہچان سکتے ہو وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے۔

گویا فقیر کی ایک صفت تو یہ ہے کہ وہ کسی دینی مقصد کے حصول میں اس قدر مصروف ہو کہ
 کسب معاش کی جدوجہد کے لیے اسے بالکل وقت ہی نہ مل پاتا ہو دوسرے یہ کہ وہ اس قدر خوددار ہو کہ
 کہیں سے اپنی احتیاج کو ظاہر نہ ہونے دیتا ہو اور اگر بے خبر لوگ اسے دیکھیں تو مال دار ہی
 سمجھیں۔ تیسرے یہ کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے وہ کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنا گوارا نہ کرے
 گا۔

فقیر کے اس معنی و مفہوم کے روح اور اس کے اوصاف پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ
 سے روشنی پڑتی ہے جب وہ مصر سے ہجرت کر کے مدین پہنچے تھے اور وہاں حضرت شعیب مکی بچیوں کی
 بکریوں کو پانی پلایا تھا، لیکن اس کے بعد ایک حرف بھی ان صاحب زادیوں کے سامنے ان کی زبان سے ایسا
 نہیں نکلا جس سے ان کی کسی پریشانی یا مسافرت یا ضرورت کا اظہار ہو اور اپنے رب سے دعا کی اے رب
 جس منزل کو سامنے رکھ کر میں نے ادھر کا رخ کیا تھا وہ تو آگئی اب بس تیرے فضل و رحمت کا انتظار ہے تو
 جو خیر بھی اس مرحلہ میں میرے لیے نازل فرمائیے میں اس کا محتاج ہوں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ فقیر اپنی ساری احتیاج کے باوجود کسی اور کے سامنے اس کا اظہار نہیں کرتا بلکہ صرف اپنے رب کے سامنے طالب مدد ہوتا ہے۔ ایسے خوددار فقیر کو اللہ تعالیٰ نے صدقات کے مصارف میں سرفہرست رکھا ہے۔

ان مہاجرین کو بھی فقراء میں شمار کر کے مالِ فقیہ کا مستحق قرار دیا گیا ہے جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب اور اللہ اور اس کے رسول کی نصرت کے مقصد سے اپنے گھروں سے مجبوراً ہاتھ بھاڑ کر نکل گئے۔ اور اگر آج بھی کوئی اس مقصد سے اپنا گھر، در اور مال و متاع چھوڑ کر ہجرت کرنے پر مجبور ہو تو اس طرح کی تمام رعایتوں کا مستحق ہوگا۔

للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم واموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله¹

ترجمہ: یہ (خاص طور سے) ان محتاج مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنی املاک سے نکالے گئے ہیں، اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہوئے، یہی لوگ راست باز ہیں۔

یتیم کے مال کے تحفظ کے تعلق سے اللہ تعالیٰ بہت حساس ہے، سوائے جذبہ خیر کے اس کی طرف پھٹکنے سے بھی روکتا ہے اس لیے یتیموں کے سرپرستوں کو حکم دیتا ہے کہ اگر وہ مستغنی ہوں تو یتیموں کے مال میں سے کچھ بھی لینے سے پرہیز کریں ہاں اگر وہ خود محتاج اور ضرورت مند ہوں تو دستور کے مطابق اسی سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

مختصر آئیہ اکہ فقیر سے مراد ایسے خوددار اور ضرورت مند ہیں جو کسی کے سامنے اپنی ضرورت کا اظہار نہیں کرتے، اب یہ افراد معاشرہ کی ذمہ داری ہے کہ ایسے خوددار ضرورت مندوں کو ان کے چہرے بشرے سے پہچان کر ڈھونڈنے کی کوشش کریں اور ان کے پاس خود پہنچ کر ان کی احتیاج رفع کریں۔

مسافر:

انسانی سماج کا ایک اور کمزور طبقہ مسافر ہے جسے قرآن مجید "ابن السبیل" کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔ مسافر فی نفسہ خواہ کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو اگر ضرورت پڑ جائے تو محض اپنی مسافرت ہی کی وجہ سے مدد و اعانت کا مستحق ہے کیوں کہ یہ بہت ممکن ہے کہ سفر میں اسے کوئی ایسا حادثہ پیش آجائے جس میں وہ بالکل ہی محتاج ہو کر رہ جائے، ایسی صورت میں اگر کوئی اس کی مدد و اعانت نہ کرے تو اسے اپنا سفر پورا کر کے گھر لوٹنا ناممکن ہو جائے تاکہ وہ آرام و سکون کے ساتھ آبرو مندانه طور پر اپنے گھر کو لوٹ سکے اسی لیے قرآن مجید میں جن اعمال و افعال کو خدا کی سچی وفاداری سے تعبیر کیا گیا ہے ان میں مسافر کی مالی امداد بھی شامل ہے۔

وَأَتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينُ وَابْنُ السَّبِيلِ¹

ترجمہ: اور اپنا مال اس کی محبت کے باوجود قربت مندوں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرے۔

قرآن مجید نے اس سوال کے جواب میں کہ کتنا مال خرچ کیا جائے اور کون لوگ اس کے زیادہ حق دار ہیں ان میں جن لوگوں کا ذکر کیا ہے ان میں مسافر بھی ہے۔

قل ما انفقتم من خير فلولوالدين والاقربين واليثنى والمسنكين وابن السبيل۔¹

ترجمہ: کہہ دو جو مال بھی تم خرچ کرتے ہو وہ والدین، قرابت مندوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

قرآن مجید نے سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کے حق کے معابد جن کمزور طبقات کے حقوق کا نام بنام ذکر کر کے ان کی ادائیگی پر زور دیا ہے ان میں مسافر کا بھی نام شامل ہے۔

واعبدوا الله ولا تشركوا به شيئاً وللولوالدين إحساناً وبدى القربنى واليثنى والمسنكين والجارذى القربنى والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبيل۔²

ترجمہ: اور اللہ ہی کی بندگی کرو اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین، قرابت مند اور مسافر کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

اس آیت پر غور کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کو ان کمزور طبقات کے حقوق کے ساتھ مربوط کر کے یہ باور کرانا چاہا ہے کہ جو میرا حق ادا کرے گا اسی کے اندر ان کمزور طبقات کے حقوق کی ادائیگی کا بھی حوصلہ پیدا ہو گا کیوں کہ جو لوگ خدا کا حق نہیں ادا کرتے وہ دوسروں کے حقوق بھی ادا کرنے کی توفیق نہیں پاتے۔

اسی طرح سورہ نبی اسرائیل میں بھی اپنے حق کے ذکر کے بعد ان کمزور طبقات کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا ہے ان میں بھی مسافر شامل ہے۔

1 سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۲۱۵۔

2 سورۃ نساء، آیت نمبر ۳۶۔

وَأَتِذَا الْقَرَبَىٰ حَقَّهُ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ¹

ترجمہ: اور تم قرابت دار کو اس کا حق دو اور مسکین و مسافر کا بھی۔

اس آیت میں حق کو نمایاں طور پر ذکر کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ محض اخلاقی ذمہ داری نہیں بلکہ حق واجب ہے جس کی ادائیگی ہر صاحب مال کے لیے لازمی ہے اور اگر وہی شخص اس حق کو نہیں ادا کرے گا تو عند اللہ غصب حقوق کا مجرم قرار پائے گا۔

سورہ روم میں رزق کی فراخی اور تنگی کا فلسفہ بیان کر کے شکر کا یہ طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ سماج کے کمزور طبقات کے حقوق کو ان کا واجب الادا حق سمجھ کر ادا کرو کہ یہی خدا کی خوشنودی کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے اور جسے اس کی خوشنودی حاصل ہو گئی وہی کامیاب ہوگا۔

فَاتِذَا الْقَرَبَىٰ حَقَّهُ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ ذَلِكْ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ²

ترجمہ: پس قرابت دار کو اور مسکین و مسافر کو اس کا حق دو۔ یہ بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مسافر کے مصائب و مشکلات اور اس کی احتیاج و ضروریات کو بڑی اہمیت دیتا ہے اور کمزور طبقات کے حقوق کی فہرست میں ہر جگہ اسے شامل رکھا ہے چنانچہ سورہ توبہ میں صدقہ واجبہ کے جن مستحقین کا ذکر کیا گیا ہے ان میں مسافر شامل ہے اور پھر مال غنیمت

¹ سورۃ بنی اسرائیل، آیت نمبر ۲۶۔

² سورۃ توبہ، آیت نمبر ۳۸۔

اور مال فے میں بھی اسے حق دار بنایا گیا ہے بلکہ مال غنیمت اور مال فے میں تو ایسا لگتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قربت داروں میں شامل کر کے اس کی مزید عزت افزائی کی گئی ہے۔

واجبی صدقات میں مسافر کا حق:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ¹

ترجمہ: صدقات کے مستحق تو محض فقراء، مساکین اور مسافر ہیں۔

مال غنیمت میں حق:

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ²

ترجمہ: اور جان رکھو کہ جو کچھ تم غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قربت داروں، یتیموں اور مسکینوں کے لیے ہے۔

مال فے میں حق:

مَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ³

ترجمہ: جو کچھ اللہ نے بستیوں والوں کی طرف سے اپنے رسول کی طرف لوٹائے تو وہ اللہ اور رسول اور قربت مندوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

¹ سورۃ توبہ، آیت نمبر ۶۰۔

² سورۃ انفال، آیت نمبر ۴۱۔

³ سورۃ حشر، آیت نمبر ۷۔

بحیثیت مجموعی قرآن مجید کی مذکورہ آیات پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسافر کو محض اس کی مسافرت کی وجہ سے اس کی احتیاج اور اس کے مصائب و مشکلات کو بڑی اہمیت دی ہے اور یہی نہیں بلکہ ہر سطح پر اس کا حق متعین کر کے اس ادائیگی کو اپنی خوشنودی سے مربوط کر دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں کوئی نادان ہی ہو گا جو اس کی ادائیگی سے گریز کرے گا۔

سائل:

اسلامی معاشرہ کا وہ کمزور طبقہ جو اپنی ضروریات زندگی کا برملا اظہار کرتا ہو اور دست سوال دراز کرنے میں کوئی عار و عیب محسوس نہیں کرتا، قرآن مجید اسے سائل قرار دیتا ہے، قرآن کی رو سے ایسے سائل کا حق یہ ہے کہ جب وہ سوال کر بیٹھے تو اسے رد نہ کیا جائے بلکہ کچھ نہ کچھ لازم آدے دیا جائے اور اگر ممکن نہ ہو تو جھڑکنے اور ملامت کرنے کے بجائے شریفانہ انداز سے معذرت کر لی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَمَّا السَّائِلُ فَلَا تَنْهَرْ: اور سائل کو نہ جھڑکو¹

قول معروف ومغفرة خير من صدقة يتبعها أذى²

ترجمہ: دلداری کا ایک کلمہ کہہ دینا اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دل آزاری لگی ہوتی ہو۔

سید سلیمان ندوی "اما السائل فلا تنهر" کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

1 سورہ ضحیٰ، آیت نمبر ۱۰۔

2 سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۲۶۳۔

"لفظ کا عموم وسعت چاہتا ہے یعنی ہر ضرورت مند جو تم سے کسی قسم کی مدد کا خواست گار ہو خواہ وہ جسمانی ہو، مالی ہو، علمی ہو، یہاں تک کہ کوئی لنگڑا تم سے صرف تمہارے کندھے کا سہارا چاہتا ہو تو وہ بھی سائل کے تحت میں ہے، اس کے سوال کو بھی سختی سے رد نہ کرو بلکہ امکان بھر اس کو پورا کرو اور نہ کر سکو تو نرمی اور خوبصورتی سے عذر کرو۔"

معاشرہ کے اس کمزور طبقہ کے حق کو اللہ تعالیٰ بڑی اہمیت دیتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں جن اعمال و افعال کو اصل دین داری اور حقیقی وفاداری قرار دیا گیا ہے ان میں سائلین کے حقوق کی ادائیگی بھی شامل ہے۔ اسی طرح سورہ ذاریات میں جن متقیوں کو جنت میں بڑے اعزازات اور انعام و اکرام سے نوازا جائے گا ان کے اعمال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ¹

ترجمہ: اور ان کے مال میں سائل اور محروم کا حق ہوتا تھا۔

جو لوگ آخرت میں فی الواقع جنت کے حق دار اور خدا کے الطاف و عنایات کے مستحق ہوں گے

ان کے اعمال کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا:

فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ²

ترجمہ: اور ان کے مال میں سائل اور محروم کا ایک معین ہے۔

1 سورہ ذاریات، آیت نمبر ۱۹۔

2 سورہ معارج، آیت نمبر ۲۵۔

مذکورہ آیات کے جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہر سائل کی سماج میں کوئی حیثیت نہ ہو لیکن ان کے حقوق کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کی بڑی قدر و قیمت ہے اس لیے انہیں نظر انداز کرنے کے بجائے ان کے تئیں معاشرہ کو بیدار رہنے کی ضرورت ہے۔

غلام:

نزول قرآن سے پہلے دنیا کی معلوم تاریخ کے ہر دور میں سب سے زیادہ مظلوم و مقہور اور سب سے زیادہ کمزور و ناتواں طبقہ یہی طبقہ غلام تھا۔ ہمیشہ سے یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ فاتح قومیں مفتوح قوموں کے افراد کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ کر محنت و مشقت کے کام لیتیں اور ان پر ہر ظلم و ستم روا رکھتیں۔ نزول قرآن کے بعد اسے فوری طور پر تو ختم نہیں کیا گیا البتہ متعدد ایسے اقدامات کیے گئے جن سے غلامی کی حوصلہ شکنی اور تدریج کے ساتھ ان کے خاتمے کی طرف پیش قدمی ہوتی رہی۔

غلامی کے خاتمے کے لیے قرآن مجید نے سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ اپنے ابتدائی دور ہی سے غلام آزاد کرنے کو ایک بہت بڑی معاشرتی نیکی قرار دیا چنانچہ سورہ بلد میں حکم دیا گیا کہ غلام آزاد کرو کہ یہ بہت بڑی نیکی ہے۔

فک رقبة^۱ - گردن چھڑانا یعنی غلام آزاد کرنا۔

قرآن مجید میں غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ ہی غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے جس سے ان کے حقوق کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اللہ ہی کی بندگی کرو اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ اور اپنے مملوک کے ساتھ اچھا سلوک کرو قرآن مجید غلاموں کی باز آباد کاری اور معاشرہ کے اندران کے اخلاقی اور معاشرتی معیار کو بلند کرنے کے لیے تمام ذی صلاحیت لونڈیوں اور غلاموں کے نکاح کا حکم دیتا ہے۔

وانكحوا الايامى منكم والصلحين من عبادكم وامائكم¹

ترجمہ: اور تم میں جو عورتیں بیوہ ہوں ان کے اور ذی صلاحیت غلاموں اور لونڈیوں کے نکاح کرو۔ اسی طرح غلاموں اور لونڈیوں کی آزادی کی مہم کو زیادہ سے زیادہ تقویت پہنچانے کے لئے مصارف زکوٰۃ میں ایک مستقل حد "فی الرقاب" متعین کر دی گئی ہے۔

زمانہ جاہلیت میں بہت سے مالکوں نے اپنی لونڈیوں سے پیشہ کرانے کے لیے چکے قائم کر رکھے

تھے

قرآن مجید نے اسے حرام قرار دیا اور حکم دیا کہ جو بھی لونڈیوں کو پیشہ کرانے پر مجبور کرے گا اس کی خیر نہیں۔

ولا تکرھوا فیتاکم علی البغاء ان اردن تحضنا لتبتغوا عرض الحیوة الدنیا ومن یکرھن فبا ن اللہ من بعد اکرھن غفور رحیم²

ترجمہ: اور اپنی لونڈیوں کو پیشہ پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ عفت کی زندگی کی خواہاں ہیں۔ محض اس لیے کہ کچھ متاع دنیا تمہیں حاصل ہو جائے اور جو ان کو مجبور کرے گا تو اس کو اکراہ کے بعد اللہ ان کے لیے غفور رحیم ہے۔

1 سورة النور، آیت نمبر ۳۲۔

2 سورة النور، آیت نمبر ۳۳۔

قیدیوں کے باب میں قرآن مجید کی عمومی پالیسی یہ ہے کہ سرغنوں کو قتل کیا جائے لیکن عام قیدیوں کو فدیہ لے کر یا احساناً چھوڑ دیا جائے۔¹

قرآن مجید قسم ظہار اور قتل شبہ عمد جیسی گناہوں اور کوتاہیوں کی تلافی کے لیے کفارہ کا حکم دیتا ہے جس کی ایک صورت غلاموں کو آزاد کرنا ہے۔ اس سے غلامی کے خاتمے کی راہ ہموار ہوگی۔ اسی طرح قرآن مجید نے مکاتبت کو قانونی درجہ دے کر تمام ذی صلاحیت غلام اور لونڈیوں کے لیے آزادی کی نہایت کشادہ راہ کھول دی۔ ان کی امداد اور حوصلہ افزائی کے لیے عام لوگوں کو ابھارا اور بیت المال سے بھی ان کے لیے رقیں مختص کی گئیں۔ یوں اس قانون نے عملاً غلامی کا خاتمہ کر دیا۔

والذین ینتغون الکتاب مما ملکت ایمانکم فکاتبوہم إن علمتم فیہم خیراً²

ترجمہ: اور جو مکاتبت ہونے کے طالب ہوں تمہارے مملوکوں میں سے تو ان کو مکاتب بنادو اگر تم ان میں صلاحیت پاؤ۔

مذکورہ بالا تمام آیات کے جائزہ سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن مجید نے فوری طور پر تورسم غلام کی ختم نہیں کیا البتہ ان کی آزادی کی متعدد راہیں پیدا کیں اور کچھ ایسے قوانین وضع کیے کہ تدریج کے ساتھ اس کا خاتمہ ہو گیا۔

1 سورۃ محمد، آیت نمبر ۴۔

2 سورۃ نور، آیت نمبر ۳۳۔

غارم:

معاشرہ کا ایک کمزور طبقہ وہ بھی ہے جسے قرآن مجید غارم کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے، غرام ایسے مقروض کو کہتے ہیں جسے تجارت میں نقصان ہو گیا ہو یا پھر کسی اور سبب سے قرض سے اس قدر گراں بار ہو گیا ہو کہ محض اپنے وسائل اور کوششوں سے سنبھلنا اور نقصان کی تلافی کر کے معمول پر آنا ممکن ہو جائے۔ قرآن مجید کی رو سے ایسے شخص کو قرض ادا کر کے اپنی معیشت کو پھر سے منظم کرنے کے لیے زکوٰۃ و صدقات کی رقم سے بھرپور مدد کی جاسکتی ہے تاکہ وہ از سر نو سنبھل کر اپنی بھرپور صلاحیتوں سے معاشرہ کو مستفید کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ¹

ترجمہ: صدقات پھر بس محتاجوں، مسکینوں، عاملین صدقات اور تالیف قلوب کے سزاواروں کے لیے ہیں اور وہی اس لیے کہ یہ گردنوں کے چھڑانے کے لیے ہیں اور اس لیے ہیں کہ تاوان زدوں کے سنبھالنے میں خرچ کیے جائیں۔

اس آیت کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کمزور طبقات کی امداد اور تعاون کے لیے مستقل ایک فنڈ قائم کر دیا ہے۔ اب اسلامی حکومت اور افراد معاشرہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کے مستحقین کی اس طرح مدد کریں کہ ان کی احتیاج باقی نہ رہے اور عزت و توقیر کی زندگی گزار سکیں۔

ان زکوٰۃ و صدقات کے علاوہ مقروض کے ساتھ تعاون اور نیکی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ قرض خواہ اسے ادائیگی قرض میں سہولت دے اور اگر اس کے باوجود ادائیگی اس کے بس میں نہ ہو تو اسے

صدقہ کر کے معاف کر دے واقعہ یہ ہے کہ مقروض نے قرض چاہے کسی بھی مقصد سے لیا ہوتا، ہم یہ بات طے ہے کہ اس کے اپنے وسائل اس کی ضروریات اور مقاصد کی تکمیل کے لیے ناکافی تھے ورنہ وہ قرض لیتا ہی کیوں اسے لیے وہ قرض خواہ کی طرف سے سہولت و نرمی اور احسان و ہمدردی کا مستحق ہے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو یہ ایک نہایت مستحسن عمل ہوگا، جس کی اس کے رب کے نزدیک بڑی قدر و قیمت ہے۔

وإن كان ذو عسرة فنظرة إلى ميسرة وأن تصدقوا خير لكم¹

ترجمہ: اور اگر مقروض تنگ دست ہو تو فراخی تک اس کو مہلت دو اور بخش دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

مختصر یہ کہ اگر زکوٰۃ و صدقات ٹھیک ٹھیک حساب کر کے نکالی جائے اور منظم طور پر مستحقین کو ادا کی جائے تو قرض سے گراں بار لوگوں کو بہت کچھ راحت پہونچائی جاسکتی ہے اور اگر قرآن کی روشنی میں قرض خواہ مقروض کو سہولت دے تو مقروض کے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں اور قرآن کی رو سے یہی عین منشا الہی ہے۔

محروم:

گو کہ محروم سے ہر وہ شخص مراد ہوتا ہے جو وسائل حیات سے محروم ہو اور اس میں یتیم، بیوہ، معذور، بے روزگار وغیرہ سبھی شامل ہیں تاہم اس کے مفہوم میں یہ بات شامل ہے کہ وہ شخص پہلے مالدار رہا ہو لیکن کسی افتاد نے محروم بنادیا ہو ایسے لوگوں کے لیے قرآن نے غارمین کا لفظ استعمال کیا ہے اور ان کو

¹ سورة البقرہ، آیت نمبر ۲۸۰۔

صدقات کی فہرست میں شامل کیا ہے اس مفہوم کی تائید سورہ واقعہ سے ہوتی ہے جس میں آسمانی افتاد سے کھیتوں کے تباہ و برباد ہونے کے نتیجہ میں مترفین و مستکبرین نے اپنی مکمل تباہی کے لیے جو لفظ استعمال کیا وہ محروم ہے۔

إِنَّا لَمُحْرَمُونَ۔ بل نحن محرومون¹

ترجمہ: بے شک ہم مقروض ہو گئے ہیں بلکہ بالکل ہی محروم ہو گئے ہیں۔

اسی طرح سورہ قلم میں باغ والوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ نہایت عزم و جزم کے ساتھ رات میں یہ طے کر کے لوٹے کہ صبح تڑکے باغ کے پھل توڑ لیے جائیں گے اور باغ میں کسی فقیر و مسکین کو گھسنے کا موقع نہ دیں گے۔ ابھی وہ سوئے ہی تھے کہ کسی آسمانی گردش نے باغ کا صفایا کر دیا اور جب وہ پھل توڑنے پہنچے تو سرپیٹ لیا اور نہایت حسرت کے ساتھ بولے کہ ہم تو بالکل ہی محروم ہو کر رہ گئے۔

فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُونَ۔ بل نحن محرومون²

ترجمہ: پس جب انھوں نے اسے دیکھا تو بولے بے شک ہم بھٹک گئے بلکہ ہم محروم ہو کر رہ گئے۔

سورہ معارج میں مخلص اور سچے نمازیوں کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ ان کے مال میں سائل اور

محروم کا ایک معین حق ہوتا ہے۔

وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ³

ترجمہ: اور وہ لوگ جن کے مال میں سائل اور محروم کا ایک معین حق ہوا ہے۔

1 سورۃ واقعہ، آیت نمبر ۶۷۔

2 سورۃ القلم، آیت نمبر ۳۶ تا ۳۷۔

3 سورۃ معارج، آیت نمبر ۲۵۔

اس آیت میں محروم کا ذکر سائل کے بعد آیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضرورت مند اور محروم کے باوجود دست سوال دراز کرنے کا ننگ گوارا نہ کرتے ہوں، بعض نادار ایسے خوددار ہوتے ہیں جو فاقے تو کر سکتے ہیں لیکن سوال کی ذلت گوارہ نہیں کر سکتے۔ بالخصوص ایسے مصیبت زدہ جو پہلے تو صاحب حیثیت رہے ہوں۔ لیکن پھر گردش روزگار نے انھیں نان شبینہ کا محتاج بنا دیا ہو ایسے بھی خوددار لوگ لفظ محروم کے اصل مصداق ہیں۔ ان کی مدد ان کو تلاش کر کے کرنی پڑتی ہے، کیوں کہ ان کی بلند ہمتی کسی کے آگے جھکنا گوارا نہیں کرتی۔

خلاصہ کلام یہ کہ ان آیات کی روشنی میں محروم اسلامی معاشرہ کا وہ کمزور طبقہ ہے جو کسی ارضی یا سماوی افتاد کا شکار ہو کر نان شبینہ کا محتاج ہو جائے لیکن اس کی خودداری دست سوال دراز کرے کا ننگ گوارا نہ کرے ایسی صورت میں افراد معاشرہ کی ذمہ داری ہے کہ ایسے شخص کی تلاش و جستجو میں رہے اور جب مل جائے تو نہایت عجز و انکساری کے ساتھ شایان شان بھرپور طور پر اس کی مدد کر۔

قیدی:

قرآن مجید کی رو سے سماج کا ایک نہایت کمزور طبقہ قیدیوں کا ہے جس کے لیے وہ اسیر کا لفظ استعمال کرتا ہے اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو قید میں ہے اس سے بحث نہیں کہ وہ مسلم ہے یا کافر، جنگی قیدی ہے یا مجرم، بہر حال وہ سماج کی ہزار توجہ کا مستحق ہے۔ اب اگر کوئی شخص بڑھ کر اس بے بس اور مجبور شخص کو تعاون دیتا ہے، اسے کھلاتا پلاتا ہے اور محض رضائے الہی کے لیے اپنی ضروریات روک کر اس کی ضروریات کو اس ادا کے ساتھ پوری کرنے کا اہتمام کرتا ہے کہ نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پرواہ تو یقیناً وہ خدا کی نگاہ میں سچا وفادار اور نیکو کار ہوگا۔ ایسے نیکو کاروں کی تحسین کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لُوحَهُ اللَّهُ لَا نَزِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكْرًا¹

ترجمہ: اور وہ مسکین، یتیم اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے رہے ہیں خود اس کے حاجت مند ہوتے ہوئے (اس جذبہ کے ساتھ کہ) ہم تمہیں صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے کھلاتے ہیں نہ تم سے کسی بدلہ کے طالب ہیں اور نہ شکریہ کے۔

نزول قرآن کے وقت زمانہ قدیم سے یہ دستور تھا کہ قیدیوں کو ہتھکڑی اور بیڑیاں لگا کر روزانہ باہر نکالا جاتا تھا اور وہ سڑکوں یا محلوں میں بھیک مانگ کر پیٹ بھرتے تھے لیکن اب جیل کے نظام میں بڑی تبدیلی آچکی ہے اس لیے گرچہ انفاق کی اب وہ اہمیت باقی نہیں رہی تاہم قیدیوں اور ان کے متعلقین کی امداد کی ایسی بہت سی صورتیں اب بھی ہیں جن میں انفاق آج بھی اسی حکم میں ہوگا۔ اس وقت جو صورت حال ہے اس میں لوگوں کو مختلف عنوان سے جیلوں میں بند کر دیا جاتا ہے اور بسا اوقات عدالتی چارہ جوئی کی راہیں بھی مسدود ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں خود قیدی اور اس کے اہل و عیال جن مصائب و مشکلات کا شکار ہوتے ہیں وہ محتاج بیان نہیں اور ان حالات میں وہ ہر ممکن امداد کے مستحق ہیں۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں جو اطعام کا لفظ آیا ہے وہ محدود معنی میں نہیں بلکہ بڑے وسیع معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس کی رو سے قیدی کی رہائی سے لے کر اس کی زیر کفالت اہل و عیال کی جملہ ضروریات میں ہر ممکن تعاون اطعام کے حکم میں داخل ہے اور جو شخص بھی اس تعلق سے کسی بھی قسم کا تعاون کرے گا وہ یقیناً نیکو کاروں کی فہرست میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کا مستحق ہوگا۔

بیوہ:

نزول قرآن سے پہلے انسانی سماج میں بیوہ کی حالت نہایت ابتر تھی۔ شوہر کے انتقال کے بعد وہ بے یار و مددگار اور بے مونس و غمخوار ہو کر رہ جاتی، کوئی پرسان حال نہ ہوتا۔ یہودی مذہب میں ایک بھائی کے مرنے کے بعد دوسرے بھائی کی ملک تصور کی جاتی، ہندومت میں شوہر کے مرنے کے بعد جینے کا کوئی حق نہ تھا، بلکہ اسے شوہر کی چتا پر جل کی ستی ہو جانے کو ترجیح دی جاتی۔ اگر وہ ستی نہ ہوتی تو اسے منحوس تصور کیا جاتا اور سماج میں اس کی کوئی عزت و توقیر نہ تھی۔ عربوں کے رواج کے مطابق وہ شوہر کے ورثاء کی ملکیت بن جاتی اور وہ اس کے ساتھ جو چاہتے کرتے اس میں اس کی مرضی کا دخل نہ ہوتا۔ ان سے جبراً دین مہر معاف کرواتے اور اپنی مرضی سے شادی کرنے سے روکتے۔ یوں اس کی زندگی اجیرن تھی۔

قرآن بیواؤں کو عقد ثانی کا حق دیتا ہے اور معاشرہ کو ہدایت کرتا ہے کہ جو بیوہ بھی نکاح ثانی کے لیے آمادہ ہو اسے حبالہ عقد میں لانے کی کوشش کی جائے اور اس راہ میں غربت بھی حائل نہیں ہونی چاہیے کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہے کہ نکاح فقر و غربت کے بجائے رزق و فضل میں اضافہ کا باعث ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَأَنْكَحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ¹

ترجمہ: اور تم میں جو عورتیں بیوہ ہوں ان اور ذی صلاحیت غلاموں اور لونڈیوں کے نکاح کرو۔ اگر وہ تنگ دست ہوں گے تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

قرآن مجید بیوہ کو زندگی بھر سوگ منانے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ وہ چار مہینہ دس دن کی حد متعین کر کے اسے یہ اختیار دیتا ہے کہ وہ دستور کے مطابق اپنی مرضی سے جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے اور اس بابت کوئی کسی کو ملامت کا حق دار نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرِ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ¹

ترجمہ: اور تم میں سے جو وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ بیویاں اپنے بارے میں چار ماہ دس دن توقف کریں پھر وہ جب انہی مدت کو پہنچ جائیں تو جو کچھ وہ اپنے بارے میں دستور کے مطابق کریں اس کا تم پر کوئی گناہ نہیں۔

اسی طرح قانون میراث کے نزول سے پہلے بیوی کی سماجی معاشی مشکلات کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن مجید پس ماندگان میں بیوہ چھوڑنے والے شوہروں کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ اپنی بیواؤں کے لیے ایک سال کے نان و نفقہ اور اپنے گھروں میں سکونت کی اجازت کی وصیت کر جائیں۔ ہاں اگر وہ دستور کے مطابق خود ہی نکل جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

قرآن مجید نے بیوی کی سماجی معاشی حیثیت کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے سابق قانون وصیت کو منسوخ کر کے اسے شوہر کی جائیداد میں مستقل طور پر حقدار بنادیا ہے اس لیے اب وہ کسی کے دست نگر نہیں (اس حق نے اسے جو عزت اور وقار بخشا ہے وہ محتاج بیان نہیں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَهُنَّ الزَّيْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكَتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تَوْصُونَ

بہا۔¹

ترجمہ: اور وہ تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی کی حق دار ہوں گی اگر تم بے اولاد ہو، ورنہ صاحب اولاد ہونے کی صورت میں ان کا حصہ آٹھواں ہوگا بعد اس کے کہ جو وصیت تم نے کی وہ پوری کر دی جائے اور جو قرض تم نے چھوڑا ہے وہ ادا کر دیا جائے۔

بحیثیت مجموعی ان تمام آیات کے مطالعہ سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ قرآن مجید نے بیوہ کو نکاح ثانی کا حق اور اختیار دے کر اور شوہر کی جائداد میں مستقل طور پر حق دار بنا کر بیوہ کی نہ صرف مظلومیت اور بے بسی اور لاچارگی و مجبوری کو دور کیا ہے بلکہ سماج میں اسے وہ عزت و تکریم اور وقار اعتبار بخشا ہے جس کا نزول قرآن سے پہلے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

کتابیات

کتابیات

قرآن مجید:

"الف"

- ۱۔ ابن ہشام، عبدالملک ابو محمد المعافری، "السیرۃ النبویہ" مطبع مصر ۱۹۰۰ء۔
- ۲۔ ابی القاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغب الاصفہانی، "المفردات فی غریب القرآن"، مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی مصر۔
- ۳۔ ابو محمد عبداللہ ابن عبدالرحمن دارمی، "سنن دارمی"، مطبع سعیدی قرآن محل کراچی، ۱۴۰۸ھ۔
- ۴۔ "الجامع الاحکام" من تفسیر القرطبی، مطبع دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان۔
- ۵۔ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم، "الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول ﷺ"، مطبع رشیدیہ دہلی۔
- ۶۔ ابوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری، "الصحیح مسلم"، مطبع رشیدیہ دہلی۔
- ۷۔ ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی، "مسند احمد" مطبع مینہ مصر۔
- ۸۔ احمد خلیل مدنی، "پڑوسیوں کے حقوق"، مکتبہ جامعہ اسلامیہ ہنر بالا گنج بلرام پور، جون، ۲۰۰۶ء۔

"ح"

- ۹۔ حافظ نذیر احمد، "ہمارے فرائض اور ہمارے حقوق"، مکتبہ الحق، ممبئی، اگست، ۲۰۰۰ء۔
- ۱۰۔ ڈاکٹر ہاشم قدوائی، "مبادئی سیاسیات"، مکتبہ ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۵ء۔

"س"

- ۱۱۔ سلیمان بن اشعث سجستانی، "سنن ابوداؤد"، مطبع یاسرندیم دیوبند۔
- ۱۲۔ سید جلال الدین عمری، "اسلام میں خدمت خلق کا تصور"، مطبع ادارہ تحقیق و تصنیف علی گڑھ۔
- ۱۳۔ سید ابوالحسن علی حسن ندوی، "اسلام میں عورت کا درجہ اور اس کے حقوق و فرائض"، مکتبہ جامعۃ المؤمنات الاسلامیہ، لکھنؤ، ۲۰۰۱ء۔
- ۱۴۔ سلیمان قاسمی، "اسلامی تصورات اور فریضہ دعوت و تبلیغ"، ادارہ دعوت و تبلیغ لال میاں اسٹریٹ رامپور، ۲۰۰۱ء۔
- ۱۵۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، "انسان کی حقیقت قرآن کی روشنی میں" مرکزی اسلامی نئی دہلی، ۲۰۰۸ء۔
- ۱۶۔ سلیمان قاسمی، "دختران اسلام کی ذمہ داریاں"، خواجہ پریس، دہلی، ۲۰۰۳ء۔
- ۱۷۔ سید جلال الدین عمری، "غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق"، ادارہ تحقیق و تصنیف، علی گڑھ، ۱۹۹۹ء۔
- ۱۸۔ سید جلال الدین عمری، "مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ"، مطبع ادارہ تحقیق و تصنیف، علی گڑھ، ۱۹۸۶ء۔

"ص"

- ۱۹۔ محمد صلاح الدین، "بنیادی حقوق"، مطبع تاج آفست پریس، دہلی، جنوری ۱۹۷۹ء۔

"ط"

- ۲۰۔ ڈاکٹر طاہر القادری، "اسلام میں انسانی حقوق"، مکتبہ رضویہ، ۲۰۰۷ء۔

"ع"

- ۲۱۔ عبد السلام، "اسلام میں اولاد کی تربیت اور اس کے حقوق"، مکتبہ عکاظ دیوبند، ستمبر ۱۹۹۸ء۔
- ۲۲۔ عبدالرحمن خان، "انسان کا مقصد حیات"، مکتبہ علوم اسلامیہ چملیک ملتان شہر۔
- ۲۳۔ علاء الدین علی متقی، "کنز العمال"، مطبع دائرہ معارف، ۱۹۴۹ء۔
- ۲۴۔ علامہ شبلی نعمانی، "سیرۃ النبیؐ"، مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور، ۱۹۸۸ء۔
- ۲۵۔ علامہ شبلی نعمانی، "الفاروق"، مطبع ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔

"ق"

- ۲۶۔ ڈاکٹر قیصر حبیب ہاشمی، "اسلامی شریعت اور ملکی ترقی"، بھارت آفیسٹ پریس لال کنواں، دہلی، ۲۰۰۵ء۔
- ۲۷۔ ڈاکٹر قیصر حبیب ہاشمی، "اسلام اور تصویر کائنات میں رنگ"، مکتبہ قاضی پبلشر، نئی دہلی، ۲۰۰۷ء۔
- ۲۸۔ ڈاکٹر قیصر حبیب ہاشمی، "احوال جدید اور اسلام"، مطبع کرییمی پرنٹرس، علی گڑھ، ۲۰۰۴ء۔

"م"

- ۲۹۔ محمد بن عیسیٰ ترمذی، "سنن ترمذی"، مطبع رشیدیہ دہلی۔
- ۳۰۔ محمد ابو عبد اللہ، "مشکوۃ المصابیح"، مطبع بلال دیوبند۔
- ۳۱۔ محمد بن اسحاق بن یسار، "سیرۃ ابن اسحاق"، مطبع نائٹس پرنٹنگ پریس دہلی، ۲۰۰۰ء۔
- ۳۲۔ مفتی محمد سرور فاروقی ندوی، "قرآن میں انسان کا مقام اور اس کا اعلیٰ مقصد"، ناشر، جمعیت پیام امن، لکھنؤ، ۲۰۰۹ء۔

۳۳۔ محمد بن عبداللہ، "ابن ماجہ"، مطبع اشرفی بک ڈپو، دیوبند۔

"ی"

۳۴۔ یوسف اصلاحی، "قرآنی تعلیمات"، مکتبہ ذکر، ۲۰۰۵ء۔

35. McIlwain Charle Howard, "Constitutionalism" Great Seal Book, New York-B-1947.
36. Dewey Robert E., "Freedom" The Macmillan Co., London, 1970.
37. Cranston M., "Human Right Today", London, 1964.
38. Henry Marsh, "Documents of Liberty", David & Charles, New Town Abbot, England, 1971.